THE ALHAKAM QADIAN رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

الحکم

دور جدید

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ✻ دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ — شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول — شیخ محمود احمد مجاہد مصری عرفانی

چندہ سالانہ
والیان ریاست سے
حکام و امراء سے
معاونین سے
عوام سے
ممالک غیر سے

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۳۷ — ۷ اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ یوم شنبہ — نمبر ۱۲

الحکم کے اجراء پر

حضرت خلیفۃ المسیح و المہدی کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

"مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کرے (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائی ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(۷ رجنوری ۱۹۳۴ء)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

(۱)

میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم اور احباب کی دعاؤں کے صدقہ میں بہت اچھا ہوں۔ اور اس قابل ہو رہا ہوں کہ اپنے مفوضہ کام کو کرنے کی توفیق پاسکوں۔ میں ان تمام احباب کا بیحد شکر گذار ہوں جنھوں نے اپنی دعاؤں سے میری حقیقی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

(۲)

الحکم کے اس دورِ جدید میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت طیبہ نے خصوصیت کے ساتھ الحکم کی امداد میں دلچسپی لی ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ ان کی ہی توجہ الحکم کے اجراء کا باعث ہوئی ہے۔ اور ان کی دعائیں اور توجہ ہی اس کے بقا کے اسباب پیدا کرے گی۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی شخصیت کا تذکرہ کیا جاوے۔ مگر میں تاریخی حیثیت سے ان واقعات کی اشاعت سے اغماض نہیں کر سکتا۔

سب سے پہلے مرزا رشید احمد صاحب نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہیں اور سندھ کے بہت بڑے زمیندار ہیں الحکم کی اعانت کے لئے دس روپے ماہوار کا عطیہ پیش کیا۔ ان کے بعد حضرت سیدہ امۃ الحفیظ صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری صاحبزادی نے الحکم کی قیمت میں پچاس روپے پیش کئے۔ اور اب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اعانت الحکم میں پچیس روپیہ کا عطیہ دیا ہے۔ خاندان نبوۃ کی سرپرستی الحکم کے لئے ہمیشہ موجب فخر رہے گی۔ میں ان سکوں کی وجہ سے اظہار مسرت نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ اس اعانت کی تہ میں وہ جذبہ ہے جو الحکم کے بقا کیلئے ان ہستیوں کے دلوں میں ہے اور یہ جذبہ انھیں دعا کے لئے تحریک کرتا رہے گا۔ اور وہ دعائیں انشاء اللہ العزیز

ہر قسم کی برکات کا موجب ہونگی

احباب کو اس عملی نمونہ سے الحکم کی ضرورت کا احساس کرنا چاہیئے

(۳)

اخوند محمد افضل خان صاحب پنشنر سب انسپکٹر الحکم کے قدیم معاونین میں سے ہیں۔ باوجودیکہ وہ پچھلے ایام میں بیمار رہے۔ مگر انھوں نے توسیع اشاعت الحکم کے مقصد کو نظر انداز نہیں کیا۔ اب تک وہ نصف درجن کے قریب خریدار دے چکے ہیں۔ اور بدستور مصروفِ عمل ہیں اللہ تعالیٰ انھیں پوری ہمت اور قوت دے کہ وہ سلسلہ کے کاموں میں پہلے سے زیادہ قوت سے کام کر سکیں

(۴)

مجلس مشاورت کی تقریب پر الحکم کے اکثر خریداران نے الحکم کے دورِ جدید کے دائرہ عمل کو اس قدر پسند فرمایا اور اسے جماعت کی تربیت اور معرفت کے لئے نہایت ضروری قرار دیا۔ میں نے ایسے تمام احباب سے یہی کہا کہ اگر آپ اس کو پسند کرتے اور ضروری سمجھتے ہیں تو پھر اسے ان دوستوں تک پہنچاؤ۔ جن تک وہ ابھی نہیں پہنچا۔ اسلئے کہ تکمیل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ مومن جس چیز کو اپنے لئے پسند کرے دوسرے کے لئے بھی پسند کرے۔

(۵)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ کی جماعت کے آدم ان بزرگوں میں سے ہیں۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بہت ہی پیارے تھے اور جن کو یہ شرف اور سعادت حاصل ہے کہ وہ ایسے دوستوں میں سے ہیں جن کو حضرت سے اور حضرت کو جن سے کوئی حجاب نہ تھا۔ ان کی عمر ستر برس سے متجاوز ہے۔ لیکن اب ان کی صحت اچھی نہیں ذیابطیس کی شکایت شروع ہے۔ احباب خصوصیت سے اس بزرگ کی صحت کے لئے دعا کریں اور متواتر اپنی دعاؤں میں انھیں یاد رکھیں۔ آجکل وہ قادیان ہی میں آئے ہوئے ہیں۔

(۶)

مکرمی بابو عبد الرحمان صاحب امیر جماعت انبالہ الحکم کے ایسے قدردان ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ الحکم کی ساری زندگی میں اُنھوں نے کبھی اس کی شکایت نہیں کی اور کبھی اس کے مرسلہ وی۔ پی کو واپس نہیں کیا۔ اس دورِ جدید میں اُنھوں نے الحکم کی قیمت تو پیشگی دیدی۔ مگر اس کے اجراء پر کوئی خط نہیں لکھا تھا آخران کا خط آیا کہ میں انتظار میں تھا کہ جب تک کوئی خریدار مہیا نہ کرلوں خط نہیں لکھوں گا۔ آخران کے اخلاص اور استقلال نے انھیں حقیقی خوشی کے اظہار کا موقع دے دیا۔ اس روح کے ساتھ اگر تمام احباب الحکم کی اعانت اور توسیع اشاعت کے لئے کھڑے ہو جائیں تو بہت بڑا کام ہو سکتا ہے۔

الحکم کے بقا کا فائدہ حقیقی طور پر اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ کثرت سے پڑھا جاوے۔ اور لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

(۷)

خاص نمبر کے متعلق ابھی تک احباب میں احساس نہیں۔ وہ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جب یہ نمبر شائع ہو جائے گا تو ہم منگا لینگے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس طریق میں تبدیلی کی جاوے۔ احباب اس کے لئے قبل از وقت اطلاع دیں۔ تا اسے اندازہ کے موافق اسے شائع کیا جاوے۔ صرف کسی اُمید پہ ایک بہت بڑی تعداد میں چھپوا کر رکھ چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔ ماشاءاللہ چونکہ وقت کم ہو رہا ہے۔ [illegible] اس کی تعداد سے اطلاع دیں۔ جو وہ خریدینگے۔ الحکم کے خریداروں اور معاونین سے بھی التماس کرتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اپنی منشاء سے اطلاع دیں اسلئے کہ اب میں اس کام کو شروع کر دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ ۱۲ر مئی ۱۹۳۴ء کو ایسے وقت پر شائع ہو جاوے کہ ۲۶ر مئی ۱۹۳۴ء سے پہلے تمام احباب کی خدمت میں پہونچ جاوے۔

اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے التماس کرتا ہوں کہ وہ حضرت اقدس کی زندگی کے متعلق کوئی ایسا واقعہ جو اب تک شائع نہ ہوا ہو اور انھیں معلوم ہو یا آپ کا کوئی مکتوب جو ان کے پاس ہو۔ اور شائع نہ ہوا ہو۔ وہ اصل یا صحیح نقل مجھے بھیجدیں تاکہ اسے شائع کر دیا جاوے۔ ایسا ہی

جماعت کے شعراء

کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے کسی واقعہ کو نظم کریں اور خاص نمبر میں اشاعت کے لئے ارسال فرماویں۔

خصوصیت کے ساتھ حضرت ثاقب مرزا خانی اور حضرت گوہر رامپوری۔ مختار شاہجہانپوری قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری۔ عزیز مکرم مولوی محمد احمد صاحب کپورتھلوی کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اس ضروری کام کی طرف توجہ کریں میں بہت جلد اس کام کو شروع کرنے کا عزم رکھتا ہوں وباللہ التوفیق

خط و کتابت کرتے وقت اپنا چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

(منیجر اخبار الحکم)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

(۱)

دشمنوں کی قلم اور زبان سے

آج میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ ایک دوسرے رنگ میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ کے خطرناک دشمنوں اور معاندین نے آپ کی زندگی کے متعلق کیا بیان دیا ہے۔ یہ حقیقت اور بھی عظیم الشان ہو جاتی ہے۔ جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ آپ نے یہ تحدی کی تھی کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی ہے:۔

ولقد لبثت فیکم عمرًا افلا تعقلون

یعنی میں نے یقیناً تم میں اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ گذارا ہے۔ پھر کیوں تم عقل نہیں کرتے۔ یہ دعویٰ معمولی دعویٰ نہیں۔ ایک شخص غیر ملک اور غیر قوم کے لوگوں کے سامنے اپنی مطہر زندگی کا دعویٰ کرے۔ تو ممکن ہے اس پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ لیکن اپنے ہی ملک اپنی ہی قوم اور ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر یہ دعویٰ کرنا جو اسے یوم پیدائش سے جانتے ہوں **بجز راستباز اور صادق کے اور کسی کا کام نہیں**۔ آپ نے یہ تحدی کی۔ آپ کی مخالفت میں ایک بے پناہ طوفان برپا کیا گیا۔ مختلف قسم کے حملے اور اعتراض کیے گئے۔ مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ **آپ کی پاک زندگی** کے خلاف ایک لفظ بھی بول سکے۔ یہ بہت بڑا **نشان** اور **معجزہ** ہے آنکھیں رکھنے والوں کے لئے۔

(۲)

یہ دعویٰ اس حیثیت سے بھی گویا ثابت شدہ صداقت ہے کہ کسی منکر اور مخالف نے آپ کی پاکیزہ زندگی پر اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ انہیں جرأت ہو سکی۔ لیکن یہ ایک منفی صورت ہوتی۔ برخلاف اس کے بڑے بڑے **معاندین نے مخالفین نے** جنہوں نے آپ کے خلاف ذلیل سے ذلیل منصوبے کئے۔ آپ کی **پاکیزہ زندگی** کے متعلق وہ بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ شخص (حضرت اقدس) اپنی **پاکیزہ زندگی** میں بے نظیر ہے اور یہی چیز آج میں الحکم کے پڑھنے والوں کو دکھانا چاہتا ہوں۔ اس بیان میں بعض وہ لوگ ہیں۔ جو کھلے کھلے مخالف اور خطرناک دشمن تھے۔ اور بعض وہ لوگ بھی ہیں جو یا تو غیر مذاہب کے لوگ تھے یا مسلمان ہی تھے۔ مگر انھوں نے آپ کے دعوے کو قبول تو نہیں کیا۔ لیکن آپ کے حالات زندگی سے چونکہ وہ واقف تھے۔ اسلئے انھوں نے احتیاط سے کام لیا اور خاموش رہے

(۳)

مولوی محمد حسین کیا کہتے ہیں

مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی

اہلحدیث کے ایڈوکیٹ تھے۔ اور تمام ہندوستان میں حضرت اقدس کی مخالفت سے پہلے مشارٌالیہ اور ممتاز تھے۔ جب انھوں نے یہ اعلان کیا اور بڑا بول بولا کہ میں نے ہی اس کو اونچا کیا اور میں ہی نیچا دکھاؤں گا۔ خدا تعالیٰ کی غیرت نے بالمقابل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی فرمائی کہ

انی مھین من اراد اھانتک

یعنی میں اس شخص کو ذلیل کروں گا۔ جو تیری اہانت کا ارادہ کرے۔ آخر دنیا نے دیکھا کہ وہ **اونچا منہ** کرنے والا اور نیچا دکھانے کا مدعی کس طرح یہ دنیا سے گذرا۔ بہرحال مولوی محمد حسین صاحب نے ایسے وقت میں جبکہ آپ نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا۔ اور محمد حسین بھی تعصب اور تعصب سے الگ تھا۔ حضرت اقدس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار یوں کیا:۔

"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات سے جس قدر ہم واقف ہیں **ہمارے معاصرین ایسے واقف کم نکلیں گے**۔ مؤلف صاحب ہمارے **ہم وطن** ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے **ہم مکتب**۔ اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط و کتابت و ملاقات و مراسلات برابر جاری رہی۔ اسلئے ہمارا یہ کہنا کہ **ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے قابل ہے**۔ اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔ جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں

لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا

اسکا مولف بھی اسلام کی مالی جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے

ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے۔ جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماج و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے **اشخاص انصار اسلام** کی نشاندہی کرے جنھوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ **نصرت حالی** کا بیڑا اٹھایا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو **وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا غیر اقوام کو مزہ بھی چکھا دیا ہے**۔" (ریویو براہین احمدیہ)

مولوی محمد حسین کی رائے پر مجھے کسی ریمارک کی ضرورت نہیں۔ اس کا ایک لفظ حضرت اقدس کی **پاکیزہ فطرتی** کا مظہر ہے

(۴)

حکیم مظہر حسین سیالکوٹی بھی ایک دشمن عنید تھا۔ اور اس نے ناول کے طور پر حضرت کی پیشگوئیوں پر اعتراض کیئے۔ اور آخر اس نے اپنے کیئے کا نتیجہ بھگت لیا۔ باوجودیکہ اس نے نہایت سفیہانہ حملے کئے اور سوقیانہ طریق اعتراض اختیار کیا۔ تاہم وہ حضرت اقدس کے متعلق یہ بیان کرنے سے نہ رہ سکا:۔

"**ثقہ صورت۔ عالی حوصلہ۔ اور بلند خیالات کا انسان اپنی علو ہمتی کے مقابل کسی کا وجود نہیں** سمجھتا۔ اندر قدم رکھتے ہی وضو کے لئے پانی مانگا۔ اور وضو سے فراغت پا نماز مغرب ادا کی وظیفہ میں تھے۔"

درود وظائف کا لڑکپن سے شوق ہے۔ مکتب کے زمانہ میں تحفہ ہند۔ تحفۃ الہنود۔ خلعت الہنود وغیرہ کتابیں۔ اور سنی اور شیعہ اور عیسائی اور مناظرہ کی کتابیں دیکھا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کا ارادہ تھا کہ کل مذاہب کے خلاف اسلام کی تائید میں کتابیں لکھ کر شائع کریں۔"

آپ کی مرتاض زندگی اور غیرت اسلام کا اسے بھی اعتراف ہے۔

(۵)

پادری ٹیلر صاحب جو سکاچ مشن سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت اقدس کو ان سے بڑی ارادت تھی (حضرت اقدس کے قیام سیالکوٹ کا واقعہ ہے) وہ حضرت اقدس کے پاس رخصت کیوقت دفتر میں آپ کو لینے آ جاتا۔ اور آپکے معمولی مکان میں گھنٹوں بے تکلف بیٹھا رہتا۔ پادریوں کو یہ امر ناگوار گذرا۔ اور انھوں نے کہا کہ **آپ کے اس فعل سے آپکی اور مشن کی خفت ہے**۔ آپ وہاں نہ جایا کریں۔ مگر پادری صاحب نے بڑی نرمی سے جواب دیا کہ

یہ عظیم الشان آدمی ہے تم اسکو نہیں سمجھتے میں سمجھتا ہوں

باوجودیکہ اس کی ملاقات تبادلہ خیالات اور مباحثات کے سلسلہ میں شروع ہوئی۔ مگر آپ کی طرز زندگی۔ **طریق استدلال** کو دیکھ کر وہ آپ کا گرویدہ ہو گیا اور اسنے وہ رائے ظاہر کی۔ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں۔

(۶)

مولوی میر حسن صاحب کی شہادت

جناب مولوی میر حسن صاحب سیالکوٹی

ایک مشہور عالم فاضل گذرے ہیں۔ ان کے بے شمار شاگرد اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہیں۔ حضرت اقدس جن دنوں سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت رہتے تھے۔ تو آپ ہی کے مکان کے قریب رہتے تھے۔ انھوں نے آپکے حالات زندگی کا خود مشاہدہ کیا۔ اور یہ زمانہ آپکے عنفوان شباب کا تھا۔ بقول ان کے حضرت کی عمر ۲۲-۲۴ سال کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

"**کچہری سے جب تشریف لاتے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر۔ کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے۔ اور زور زور سے رویا کرتے تھے۔ ایسی خضوع اور خشوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی**"

عالم جوانی میں قرآن مجید کے ساتھ آپ کو یہ عشق و محبت کہ بقول مولوی میر حسن صاحب **اس کی نظیر نہیں ملتی** کیا کسی معمولی الشان **کا کام** ہے۔؟

حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر مجھے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ازراہ کرم اپنی طرف سے تعزیت کے لئے بھیجا میں جناب مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت اقدس کے حالات زندگی کے متعلق جو علمی مدد انھوں نے مجھے دی تھی۔ اسکے شکریہ کے بعد عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ **کچھ اور حالات بیان فرمائیں**۔ میں نے دیکھا کہ وہ چشم پر آب ہو گئے۔ اور فرمایا:۔

"افسوس! ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی۔ بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں"

سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ میں

(۲)

احباب کپورتھلہ کے تاثرات

(۱)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کو اپنے خدام کی دلداری کا بہت بڑا خیال رہتا تھا۔ اور حضور اُن کے لئے خود اپنی ذات سے ہر قسم کی قربانی اور ایثار کا عملاً اظہار فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ عید کا دن تھا۔ اور میرا صافہ سر صاف نہ تھا۔ اسلئے کہ جب کبھی ہم لوگ آتے تھے تو ایک آدھ دن کی فرصت نکال کر آتے۔ لیکن جب یہاں آتے اور حضور قیام کا حکم دے دیتے۔ تو پھر ہمیں ملازمت کے چلے جانے کا بھی خیال نہ ہوتا تھا۔ اسیطرح عید کا دن آگیا۔ اور میں ایک ہی صافہ لے کر آیا تھا۔ اور وہ میلا ہو گیا۔ میںنے چاہا کہ بازار سے جاکر خرید لاؤں۔ چنانچہ میں بازار کی طرف جا رہا تھا۔ آپ نے مجھے دیکھ لیا۔ اور آپ کی فراست تو خداداد فراست تھی۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میںنے عرض کیا کہ عید کا دن ہے میرا صافہ میلا ہے۔ میں بازار سے خریدنے جا رہا ہوں۔ اُسی وقت وہاں ہی کھڑے کھڑے اپنا عمامہ شریف اُتار کر مجھے دے دیا۔ اور فرمایا کہ یہ آپ کو پسند ہے؟ آپ لے لیں۔ میں دوسرا باندھ لیتا ہوں۔

مجھ پر اس محبت و شفقت کا جو اثر ہوا۔ الفاظ اسے ادا نہیں کر سکتے۔ میںنے نہایت احترام کے ساتھ اس عمامہ کو لے لیا۔ اور آپ بے تکلف گھر تشریف لے گئے۔ اور دوسرا باندھ کر آ گئے۔

(۲)

ایک مرتبہ حضور اپنے احباب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حسب معمول کھانا آیا۔ احباب بیٹھ گئے لودہانہ کے میاں نظام الدین مرحوم حضرت کے قریب تھے۔ بعض نے کسی دوسرے آدمی کے آنے پر ان کو ہٹا کر جگہ کر لی۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بیچارے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ اور حضرت اقدس سے دور ہو گئے۔ حضرت ان کے اخلاص اور وفا کو جانتے تھے۔ آپنے خود ایک پیالہ سالن کا۔ اور کچھ روٹیاں اُٹھالیں اور میاں نظام الدین صاحب کے پاس جاکر فرمایا

آؤ میاں نظام الدین صاحب یہاں بیٹھ جاویں

اور یہ کہہ کر اوپر کی کوٹھڑی میں جگہ بنا کر بیٹھ گئے اور اُن کے ساتھ ملکر کھانا کھانے لگے۔ میاں نظام الدین صاحب کو حضرت صاحب کے قرب سے دور ہونے کا جو صدمہ تھا۔ اس کی ایسی تلافی ہوئی کہ سب کو حیرت ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے احباب کی دل شکنی کو پسند نہ فرماتے تھے۔ اور نہایت بے تکلفی اور سادگی سے ایسے اعمال آپ سے سرزد ہوتے تھے۔

(۳)

فرمایا:- ایک مرتبہ حضرت اقدس سیر کو تشریف لے گئے۔ میں اور حافظ حامد علی ساتھ تھے۔ میں نے پان کا ٹکڑا نکال کر کھایا۔ حضرت نے میری دلداری کے خیال سے فرمایا لاؤ ہم بھی پان کھائیں۔ مجھے خیال نہ رہا کہ اس میں تمباکو بھی ہے میںنے پان پیش کر دیا کھاتے ہی متلی ہو گئی۔ مگر آپنے اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔ اور حافظ حامد علی کو لے کر الگ ہو گئے۔ میںنے سمجھا کہ شاید پیشاب کی حاجت ہو گئی ہے۔ اور آپ کا معمول تھا باہر اگر پیشاب کی حاجت ہو تو دور چلے جاتے تھے آخر آپنے جاکر قے کی۔ میں اپنی جگہ قے کی آواز سن کر بہت نادم تھا۔ کہ تمباکو والا پان دیا گیا۔ اور حضرت کو تکلیف ہوئی۔ میری حالت بجائے خود حضرت کی تکلیف سے دگرگوں ہو رہی تھی۔ آپ واپس تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا

منشی جی! آپ کا پان تو دوا ہو گیا

خوب کھلی قے ہو گئی۔ اور طبیعت بالکل صاف ہو گئی۔

میں تو اپنی جگہ پانی پانی ہو رہا تھا۔ اور ایک بے قراری میرے قلب میں تھی۔ مگر آپ کی مسکراہٹ نے میری حالت کو بدل دیا۔ بجائے اس کے مجھے کچھ ملامت کی جاتی۔ میری ندامت کا احساس کر کے بالکل پہلو بدل دیا اور میرے پان کی خوبی بیان کرنے لگے۔

یہ حضور کی دلداری کی ایک معمولی مثال ہے ورنہ حضور کی شفقت و رحمت کے اتنے واقعات ہیں۔ کہ بیان نہیں ہو سکتے۔

منشی صاحب جب یہ واقعات بیان کرتے تھے تو ان کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی ہوتی تھیں۔ آواز میں رقت تھی۔ اور حضرت اقدس کی مہربانی اور شفقت کا احساس ان کے دل میں چٹکیاں لے رہا تھا۔

(۴)

فرمایا:-

حضرت لودہانہ تشریف فرما تھے۔ میں بھی حاضر تھا۔ آپ کا جوتا ٹوٹا ہوا تھا۔ اور اسکو پیوند لگے ہوئے تھے۔ مجھے اس سے تکلیف ہوتی تھی۔ میں روز دیکھتا تھا۔ اور کچھ عرض کرنے کا موقع نہ پاتا تھا۔ ایک دن باہر نکلے تو میں نے بازار سے نیا جوتا حضور کے لئے خرید کر لیا اور عرض کیا کہ حضور اس جوتے کو پہن لیں اور یہ پرانا پھٹا ہوا جوتا اُتار دیں۔ آپنے وہ جوتا لے لیا۔ اور لے کر چلتے رہے میںنے پھر عرض کیا کہ نیا پہن لیں فرمایا ہاں گھر چلکر پہن لینگے۔ میںنے کہا کہ حضور اسے اُتار کر یہاں ہی پھینک دیں۔ مگر آپنے پھر فرمایا کہ ہاں گھر چل کر پہن لینگے۔ اب میں خاموش تو ہو گیا۔ اور میںنے وہ نیا جوتا مانگ کہ میں لئے چلتا ہوں۔ میرے اصرار پر دے دیا۔ مگر دوسرے دن کیا دیکھتا ہوں کہ پھر وہی پرانا جوتا پہنے ہوئے ہیں میںنے پھر عرض کیا تو فرمایا:-

منشی جی اس پرانے جوتے کو پاؤں سے موافقت ہے۔ اسلئے آرام معلوم ہوتا ہے۔ وہ جوتا انشاء اللہ پھر پہن لیں گے۔

(آپ کو کوئی تکلف اور نمائش مقصود نہ ہوتی تھی۔ اور نہ کبھی اس قسم کی باتوں سے عار معلوم ہوتا تھا آتھم کے مباحثہ میں آپ نے ایک سفید کوٹ پہنا ہوا تھا۔ اور برابر پندرہ دن تک وہ رہا۔ کئی جگہ سے وہ پھٹا ہوا تھا۔ مگر آپنے کبھی بھی اس کی پروا نہ کی۔ ــ عرفانی)

(۵)

فرمایا کہ:-

ایک مرتبہ حضرت اقدس کو خارش کی بہت سخت شکایت ہو گئی۔ تمام ہاتھ بھرے ہوئے تھے۔ لکھنا یا دوسری ضروریات کا سر انجام دینا مشکل تھا۔ علاج بھی برابر کرتے تھے۔ مگر خارش دور نہ ہوتی تھی۔ ہم لوگ آپ کی تکلیف کو دیکھتے تھے۔ مگر کچھ نہ کر سکتے تھے۔

ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عصر کے قریب وقت تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپکے ہاتھ بالکل صاف ہیں۔ مگر آپکے آنسو بہ رہے ہیں۔ میںنے اس سے پہلے کبھی آپ کے آنسو اس طرح بہتے ہوئے نہ دیکھے تھے۔ میرے دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ میںنے جرأت کر کے پوچھا کہ حضور آج خلاف معمول آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟

حضور نے فرمایا کہ "میرے دل میں ایک معصیت کا خیال گذرا کہ اللہ تعالےٰ نے کام تو اتنا بڑا میرے سپرد کیا ہے اور اِدھر صحت کا یہ حال ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔ اسپر مجھے الہام ہوا کہ

ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے

اس سے میرے قلب پر بے حد رقت اور ہیبت طاری ہے کہ میںنے ایسا خیال کیوں کیا۔ ادھر تو یہ الہام ہوا۔ مگر جب ...... اُٹھا تو ہاتھ بالکل صاف ہو گئے۔ اور خارش کا نام و نشان نہ رہا۔ ایک طرف اس پر شوکت الہام کو دیکھتا ہوں دوسری طرف اس فضل اور رحم کو۔ تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور اس کے رحم و کرم کو دیکھ کر انتہائی جوش پیدا ہو گیا۔ اور بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے دیکھیے الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء)

عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے۔ اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے۔ جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے۔ اور بے باکیاں پیدا کر دیتا ہے۔ اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو۔ جو غریب اور مسکین ہو۔ اور بغیر چون و چرا کے حکموں کے ماننے والے ہو جاؤ۔ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمیں تقوےٰ کے اعلےٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں۔ اُن کی طرف کان دھرو۔ اور اُن کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔ قرآن شریف انجیل کی طرح تمھیں صرف یہ نہیں کہتا کہ نامحرم عورتوں یا ایسوں کو جو عورتوں کی طرح محل شہوت ہو سکتے ہیں۔ شہوت کی نظر سے مت دیکھو۔ بلکہ اس کی کامل تعلیم کا یہ منشاء ہے کہ تو بغیر ضرورت نامحرم کی طرف نظر نہ اُٹھا۔ نہ شہوت سے اور نہ بغیر شہوت کے۔ بلکہ چاہیئے کہ تو آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں ٹھوکر سے بچاوے۔ تا تیری دلی پاکیزگی میں کوئی فرق نہ آوے۔ سو تم اپنے مولیٰ کے اس حکم کو خوب یاد رکھو۔ اور آنکھوں کے زنا سے اپنے تئیں بچاؤ۔ اور اس ذات کے غضب سے ڈرو۔ جس کا غضب ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے کہ تو اپنے کانوں کو بھی نامحرم عورتوں کے ذکر سے بچا۔ اور ایسا ہی ہر ایک ناجائز ذکر سے۔

مجھے اس وقت اس نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نہ کرو۔ کیونکہ بجز نہایت شریر آدمیوں کون ناحق کے خون کی طرف قدم اُٹھاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ناانصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو۔ اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ۔ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ۔ اور سچی گواہی دو۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بت سے کم نہیں۔ جو چیز قبلہ حق سے تمھارا منہ پھیرتی ہے وہی تمھاری راہ میں بت ہے۔ سچی گواہی دو۔ اگرچہ تمھارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو۔ چاہیئے کوئی عداوت بھی تمھیں انصاف سے مانع نہ ہو۔

باہم بخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بے مہری چھوڑ دو۔ اور ایک ہو جاؤ۔ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزّاسمہٗ۔ دوسرے ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی اور ان حکموں کو اس نے تین درجہ پر منقسم کیا ہے۔ جیسا کہ استعدادیں بھی تین ہی قسم کی ہیں۔ اور وہ آیت کریمہ یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى۔

پہلے طور پر اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے خالق کے ساتھ اس کی اطاعت میں عدل کا طریق مرعی رکھو۔ ظالم نہ بنو۔ پس جیسا کہ درحقیقت بجز اس کے کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں کوئی بجز خالقیت اور قیومیت و ربوبیت خاصہ کے ہر ایک حق اُسی کا ہے۔ اسیطرح تم بھی اس کے ساتھ کسی کو اس کی پرستش میں۔ اُس کی محبت میں۔ اُس کی ربوبیت میں شریک مت کرو۔ اگر تم نے اسقدر کر لیا۔ تو یہ عدل ہے۔ جس کی رعایت تم پر فرض۔ پھر اگر اس پر ترقی کرنا چاہو۔ تو احسان کا درجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم اس کی عظمتوں کے ایسے قائل ہو جاؤ۔ اور اس کے آگے اپنی پرستشوں میں ایسے متادب بن جاؤ۔ اور اس کی محبت میں ایسے کھوئے جاؤ کہ گویا تم نے اس کی عظمت و جلال اور اس کے حسن لازوال کو دیکھ لیا ہے اور بعد اس کے ایتاء ذالقربےٰ کا درجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تمھاری پرستش اور تمھاری محبت اور تمھاری فرمانبرداری سے بالکل تکلف اور تصنع دور ہو جاوے۔ اور تم اس کو ایسے جگری تعلق سے یاد کرو۔ کہ جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور تمھاری محبت اس سے ایسی ہو جائے کہ جیسے مثلاً بچہ اپنی پیاری ماں سے محبت رکھتا ہے۔

اور دوسرے طور پر جو ہمدردی بنی نوع سے متعلق ہے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ اپنے بھائیوں اور بنی نوع سے عدل کرو۔ اور اپنے حقوق سے زیادہ ان سے کچھ تعرض نہ کرو۔ اور انصاف پر قائم رہو۔

اور اگر اس درجہ سے ترقی کرنی چاہو تو اس سے آگے احسان کا درجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے بدی کے مقابل نیکی کرے۔ اور اس کے آزار کے عوض میں تو اس کو راحت پہنچاوے۔ اور مروّت اور احسان کے طور پر دستگیری کرے۔ پھر بعد اس کے ایتاء ذی القربےٰ کا درجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تو جس قدر اپنے بھائی سے نیکی کرے یا جس قدر بنی نوع کی خیر خواہی بجا لاوے۔ اس سے کوئی اور کسی قسم کا احسان منظور نہ ہو۔ بلکہ طبعی طور پر بغیر پیش نہاد کسی غرض کے وہ تجھ سے صادر ہو جیسی شدّت قرابت کے جوش سے ایک خویش دوسرے خویش کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے۔ کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان نہ ہو۔ بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلےٰ درجہ پر نشو و نما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلیف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکر گذاری یا دعا یا کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔

عزیزو! اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب میں درج ہیں باستثناء اس شخص کے کہ بعد اس کے خدا تعالیٰ اس کو رد کر دیوے۔ خاص طور سے محبت رکھو۔ اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا ہے تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو۔ لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اپنی بد عہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے۔ یا وساوس حرکات مخالف عہد بیعت سے باز نہیں آتا۔ وہ [illegible] ...ن پروا نہ کرو۔

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمھارے وجود میں نمودار ہو۔ اور تمھاری پیشانیوں پر اثر سجود نظر آوے۔ اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو۔ تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو۔ اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم ہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو۔ اور اسلام کے لئے سارے دکھ اُٹھالو۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

از اخبار الحکم ۲۴ جولائی ۱۸۹۹ء

ایک معزز افسر جو کسی تقریب پر اگلے دن قادیان میں تشریف لائے۔ حضرت اقدس امامنا مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان نے بھی اس کی دعوت کی۔ جبکہ سب مہمان کھانے کے واسطے جمع ہوئے تو دسترخوان کے بچھائے جانے سے پہلے حضرت اقدس نے اس مہمان کو اور دوسرے احباب کو مخاطب کر کے فرمایا

گورنمنٹ اور ہم

ہمارا سب کاروبار دینی ہے اور دنیا اور اس کے تعلقات اور تکلفات سے ہم بالکل جدا ہیں۔ گویا ہم دنیا داری کے لحاظ سے مثل مردہ کے ہیں۔ ہم محض دین کے ہیں۔ اور ہمارا سب کارخانہ دینی ہے۔ جیسا کہ اسلام ہمیشہ بزرگوں اور اماموں کا ہوتا آیا ہے۔ اور ہمارا کوئی نیا طریق نہیں بلکہ لوگوں کے اس اعتقادی طریق کو جو کہ ہر طرح سے ان کے لئے خطرناک ہے دور کرنا۔ اور اُن کے دلوں سے نکالنا ہمارا اصل منشاء اور مقصود ہے۔ مثلاً بعض نادان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ غیر قوموں کی چیزیں چُرا لینا جائز ہے۔ اور کافروں کا مال ہمارے لئے حلال ہے اور پھر اپنی ان نفسانی خواہشوں کی خاطر اس کے مطابق حدیثیں بھی گھڑ رکھی ہیں۔ اور پھر وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰےؑ جو دنیا میں دوبارہ آنے والے ہیں۔ تو ان کا کام لاٹھی مارنا اور خونریزی کرنا ہے۔ حالانکہ جبر سے کوئی دین دین نہیں ہو سکتا۔ غرض اسی قسم کے خوفناک عقیدے اور غلط خیالات ان لوگوں کے دلوں میں پڑے ہوئے ہیں جن کو دور کرنے کے واسطے اور بُرا اس عقائد اُن کی جگہ قائم کرنے کے واسطے ہمارا سلسلہ ہے۔ جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے کہ مصلحوں کی اور اولیاء اللہ کی اور نیک باتیں سکھانے والوں کی دنیا دار مخالفت کرتے ہیں۔ ایسا ہی ہمارے ساتھ بھی ہوا ہے۔ اور مخالفوں نے غلط خبریں محض افترا اور جھوٹ کے ساتھ ہمارے برخلاف مشہور کیں۔ یہاں تک کہ ہم کو ضرر پہنچانے کے واسطے گورنمنٹ تک غلط رپورٹیں کی [illegible] رکھتے ہیں۔ اور ضرور تھا [illegible] ایسا کرتے۔ کیونکہ نادانوں نے اپنے خیر خواہوں یعنی انبیاء اور اُن کے وارثین کے ساتھ ہمیشہ اور [illegible] ایسا ہی سلوک کیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک زیرکی رکھی ہے اور گورنمنٹ کے کارکن ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ ہم کو کپتان ڈگلس صاحب کی دانائی کی طرف خیال کرنا چاہیئے کہ

جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے میری نسبت کہا کہ یہ بادشاہ ہونے کا دعوے کرتے ہیں اور ایک اشتہار اُسکے سامنے پڑھا گیا۔ تو اس نے بڑی زیرکی سے پہچانا کہ یہ سب ان لوگوں کا افترا ہے۔ اور ہمارے مخالف کی کسی بات پر توجہ نہ کی۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ ازالہ اوہام وغیرہ دوسری کتب میں ہمارا لقب سلطان لکھا ہوا ہے۔ مگر یہ تو آسمانی سلطنت کی طرف اشارہ ہے۔ اور دنیوی بادشاہوں سے ہمارا کچھ سروکار نہیں۔ ایسا ہی ہمارا نام حکم عام بھی ہے جس کا اگر انگریزی ترجمہ کیا جائے تو گورنر جنرل ہو ہوتا ہے اور شروع سے یہ سب باتیں ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم کی پیشگوئیوں میں موجود ہیں کہ آنے والے مسیح کے یہ نام ہیں۔ یہ سب ہمارے خطاب کتابوں میں موجود ہیں اور ساتھ ہی ان کی تشریح بھی موجود ہے کہ یہ آسمانی سلطنتوں کی اصطلاحیں ہیں۔ اور زمینی بادشاہوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ہم شر کو چاہنے والے ہوتے تو ہم جہاد وغیرہ سے لوگوں کو کیوں روکتے۔ اور درندگی سے ہم مخلوقات کو کیوں منع کرتے۔ غرض کپتان ڈوگلس صاحب عقل سے ان سب باتوں کو پا گیا۔ اور پورے پورے انصاف سے کام لیا۔ اور دونوں فریق میں سے ذرہ بھی دوسرے فریق کی طرف نہیں جھکا۔ اور ایسا نمونہ انصاف پروری اور دادرسی کا دکھلایا۔ کہ ہم بدل خواہش مند ہیں۔ کہ ہماری گورنمنٹ کے تمام معزز حکام ہمیشہ اسی اعلےٰ درجہ کے نمونہ انصاف کو دکھاتے رہیں۔ جو نوشیرواں انصاف کو بھی اپنے کامل انصاف کی وجہ سے ادنےٰ درجہ کا ٹھیراتا ہو اور یہ کس طرح سے ہو سکتا ہے کہ کوئی اس گورنمنٹ کے پُرامن زمانہ کو بُرا خیال کرے۔ اور اس کے برخلاف منصوبہ بازی کی طرف اپنا ذہن لیجاوے۔ حالانکہ یہ ہمارے دیکھنے کی باتیں ہیں۔ کہ سکھوں کے زمانہ میں مسلمانوں کو کس قدر تکلیف ہوتی تھی۔ صرف ایک گائے پر اتفاقاً ذبح کئے جانے پر سکھوں نے چھ سات ہزار آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا تھا اور نیکی کی راہ اس قدر مسدود تھی کہ ایک شخص مسمی میکئی شاہ اس آرزو میں ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں مانگتا تھا کہ ایک دفعہ صحیح بخاری کی زیارت ہو جاوے۔ اور دعا کرتا کرتا رو پڑتا تھا۔ اور زمانہ کے حالات کیوجہ سے ناامید ہو جاتا تھا۔ آج گورنمنٹ کے قدم کی برکت سے وہی صحیح بخاری چار یا پانچ روپیہ میں ملجاتی ہے۔ اور اُس زمانہ میں لوگ اس قدر دور جا پڑے تھے کہ ایک مسلمان نے جس کا نام خدا بخش تھا اپنا نام خدا سنگھ رکھ لیا تھا۔ بلکہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گذارا ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔ تو پھر کس طرح سے ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے برخلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں۔ اگر ہماری قوم کو خیال ہے کہ ہم گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ یا ہمارا مذہب غلط ہے تو ان کو چاہیئے کہ ایک مجلس قائم کریں۔ اس میں ہماری باتوں کو ٹھنڈے دل سے سنیں۔ تاکہ ان کی [illegible] غلط فہمیاں دور ہوں۔ جھوٹے کے منہ سے بدبو آتی ہے۔ اور فراست [illegible] صادق کے کام سادگی اور یک رنگی سے ہوتے ہیں۔ اور زمانہ کے حالات اس کے مؤید ہوتے ہیں۔

[illegible] دیکھنا چاہیئے کہ لوگ کس طرح عقاید حقہ سے پھر گئے ہیں۔ ۲۰ کروڑ کتاب اسلام کے خلاف شائع ہو گئی۔ اور کئی لاکھ آدمی عیسائی ہو گئے ہیں۔ ہر ایک بات کے لئے ایک حد ہوتی ہے۔ خشک سالی کے بعد جنگل کے حیوان بھی بارش کی اُمید میں آسمان کی طرف منہ اُٹھاتے ہیں۔ آج تیرہ سو برس کی دھوپ اور امساک باراں کے بعد آسمان سے بارش اُتری ہے۔ اب اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ برسات کا جب وقت آگیا ہے۔ تو کون ہے جو اس کو بند کرے۔ یہ ایسا وقت ہے کہ لوگوں کے دل حق سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ ایسا کہ خود خدا پر بھی شک ہو گیا ہے۔ حالانکہ تمام اعمال کی طرف حرکت صرف ایمان سے ہوتی ہے مثلاً سم الفار کو اگر کوئی شخص طباشیر سمجھ لے۔ تو بلا خوف و خطر کئی ماشوں تک کھا جاوے گا۔ اگر یقین رکھتا ہو کہ یہ زہر قاتل ہے تو ہرگز اس کو منہ کے قریب بھی نہ لائیگا۔ حقیقی نیکی کے واسطے یہ ضروری ہے کہ خدا کے وجود پر ایمان ہو۔ کیونکہ مجازی حکام کو یہ معلوم نہیں کہ کوئی گھر کے اندر کیا کرتا ہے۔ اور پس پردہ کسی کا کیا فعل ہے۔ اور اگرچہ کوئی زبان سے نیکی کا اقرار کرے مگر اپنے دل کے اندر جو کچھ رکھتا ہے۔ اسکے لئے اس کو ہمارے مواخذہ کا خوف نہیں۔ اور دنیا کی حکومتوں میں سے کوئی ایسی نہیں جس کا خوف انسان کو رات میں اور دن میں اندھیرے اور اجالے میں۔ خلوت میں اور جلوت میں ویرانے اور آبادی میں گھر میں اور بازار میں ہر حالت میں یکساں ہو۔ پس درستی اخلاق کے واسطے ایسی ہستی پر ایمان ہونا ضروری ہے۔ جو ہر حال اور ہر وقت میں اسکے نگراں اور اس کے اعمال و افعال اور اس کے سینہ کے بھید دل کی شاہد ہے۔ کیونکہ در اصل نیک وہی ہے۔ جس کا ظاہر و باطن ایک ہو اور جس کا دل اور باہر ایک ہے۔ وہ زمین پر فرشتہ کی طرح چلتا ہے۔ دہریہ ایسی گورنمنٹ کے نیچے نہیں۔ کہ وہ حسن اخلاق کو پا سکے۔ تمام نتائج ایمان سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ سانپ کے سوراخ کو پہچان کر کوئی انگلی اس میں نہیں ڈالتا۔ جب ہم جانتے ہیں کہ ایک مقدار اسٹرکنیا کی قاتل ہے تو ہمارا اس کے قاتل ہونے پر ایمان ہے اور اس ایمان کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اس کو منہ نہیں لگائیں گے۔ اور مرنے سے بچ جائیں گے۔

اور تقدیر یعنی دنیا کے اندر تمام اشیاء کا اندازہ اور قانون کے ساتھ چلنا۔ اور ٹھیرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اس کا کوئی مقدر یعنی اندازہ باندھنے والا ضرور ہے گھڑی کو اگر کسی نے بالارادہ نہیں بنایا تو وہ کیوں اسقدر ایک باقاعدہ نظام کے ساتھ اپنی حرکت کو قائم رکھ کر ہمارے واسطے فائدہ مند ہوتی ہے۔ ایسا ہی آسمان کی گھڑی کہ اسکی ترتیب اور باقاعدہ اور باضابطہ انتظام یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ بالارادہ خاص مطلب اور فائدہ کے واسطے بنائی گئی ہے اس طرح انسان مصنوع سے صانع کو اور تقدیر سے مقدر کو پہچان سکتا ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ نے اپنی ہستی کے ثبوت کا ایک اور ذریعہ قائم کیا ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ قبل از وقت اپنے برگزیدوں کو کسی تقدیر سے اطلاع دیدیتا ہے اور ان کو بتلا دیتا ہے کہ فلاں وقت اور فلاں دن میں میں نے فلاں امر کو مقدر کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ شخص جس کو خدا تعالےٰ نے اس کام کے واسطے چنا ہوا ہوتا ہے پہلے سے لوگوں کو اطلاع دیدیتا ہے [illegible] گا۔ اور پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اس نے کہا تھا اللہ تعالےٰ کی ہستی کے [illegible] واسطے ایک ایسی دلیل ہے کہ ہر ایک دہریہ اس موقع پر بیدست مندہ۔ اور لاجواب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمکو ہزاروں ایسے نشانات عطا کئے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر لذیذ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ ہماری جماعت کے اس قدر لوگ اس جگہ موجود ہیں۔ کون ہے جس نے کم از کم دو نشان نہیں دیکھے۔ اور اگر آپ چاہیں تو کئی سو آدمی کو باہر سے بلوائیں اور اُن سے پوچھیں کہ اس قدر احبار اور اخیار اور متقی اور صالح لوگ جو کہ ہر طرح سے عقل و فراست رکھتے ہیں اور دنیوی طور پر اپنے معقول روزگاروں پر قائم ہیں۔ کیا ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ کیا انھوں نے ایسی باتیں نہیں دیکھیں جن پر انسان کبھی قادر نہیں ہے۔ اگر ان سے سوال کیا جائے تو ہر ایک اپنے آپ کو اول درجہ کا گواہ قرار دیگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے ہر طبقہ کے انسان جن میں عاقل و فاضل اور طبیب و ڈاکٹر اور سوداگر و مشایخ۔ سجادہ نشین اور وکیل اور معزز عہدہ دار ہیں بغیر پوری تسلی پانے کے یہ اقرار کر سکتے ہیں کہ ہم نے اس قدر آسمانی نشان بچشم خود دیکھے۔ اور جب کہ وہ لوگ واقعی طور پر ایسا اقرار کرتے ہیں۔ جس کی تصدیق کے لئے ہر وقت شخص مکذب کو اختیار ہے۔ تو پھر سوچنا چاہیئے کہ ان مجموعہ اقرارات کا طالب حق کے لئے اگر وہ فی الحقیقت طالب حق ہے۔ کیا نتیجہ ہونا چاہیئے۔ کم از کم ایک ناواقف اتنا تو ضرور سوچ سکتا ہے کہ اگر اس گروہ میں جو لوگ ہر طرح سے تعلیم یافتہ اور دانا فرسودہ روزگار اور بفضل الٰہی مالی حالتوں میں دوسروں کے محتاج نہیں ہیں اگر انھوں نے پورے طور پر دعوے پر یقین حاصل نہیں کیا۔ اور پوری تسلی نہیں پائی تو کیوں وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر۔ اور عزیزوں سے علیحدہ ہو کر غربت اور مسافری میں اس جگہ میرے پاس بسر کرتے ہیں۔ اور اپنی اپنی مقدرت کے موافق مالی امدادیں میرے سلسلہ کے لئے فدا اور دلدادہ ہیں۔

ہر ایک بات کا وقت ہے۔ بہار کا بھی وقت ہے اور برسات کا بھی وقت ہے۔ اور کوئی نہیں جو خدا کے ارادے کو ٹال دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

آج میں منشی آلہی بخش صاحب کے نام کا ایک مکتوب شائع کر رہا ہوں۔ شاید بہت تھوڑے لوگ ہوں گے جو منشی آلہی بخش صاحب کے نام سے واقف ہوں۔ یہ صاحب محکمہ نہر میں اکونٹنٹ تھے۔ اور ابتداءً حضرت اقدس کے ساتھ بہت اخلاص رکھتے تھے۔ آپ کی دعاؤں پر انھیں بہت اعتقاد تھا۔ لیکن کوئی شامت اعمال ایسی پیش آئی کہ انھیں خود صاحب الہام ہونے کا دعوےٰ ہوا۔ اور وہ اس حقیقت سے ناآشنا تھے۔ آخر حضرت اقدس کے مقابلہ میں آکر طاعون سے ہلاک ہوگئے۔ حقیقۃ الوحی میں حضرت نے اس نشان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ (عرفانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

از جانب متوکل علی اللہ الاحد غلام احمد عافاہ اللہ و ایّد۔ بخدمت اخویم مکرم بابو آلہی بخش صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ بعد ہٰذا اس عاجز کو اس وقت تک آں مکرم کے الہامات کی انتظار رہی۔ مگر کچھ معلوم نہیں کہ توقف کا کیا باعث ہے۔ میں نے سراسر نیک نیتی سے جس کو خداوند کریم جانتا ہے۔ یہ درخواست کی تھی اگر خدا تعالےٰ چاہے تو ان متناقض الہامات میں کچھ فیصلہ ہو جائے۔ کیونکہ الہامات کا ایسا تناقض اور اختلاف اسلام کو سخت ضرر پہنچاتا ہے۔ اور اسلام کے مخالفوں کو ہنسی اور اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ اور اس طرح پر دین کا استخفاف ہوتا ہے۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ ایک شخص کو خدا تعالیٰ یہ الہام کرے کہ تو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور اس زمانہ کے تمام مومنوں سے بہتر اور افضل اور مثیل الانبیاء اور مسیح موعود اور مجدد چودھویں صدی اور خدا کا پیارا اور اپنے مرتبہ میں نبیوں کے مانند اور خدا کا مرسل اور اس کی درگاہ میں وجیہ اور مقرب اور مسیح ابن مریم کی مانند ہے۔ اور اُدھر دوسرے کو یہ الہام کرے کہ یہ شخص فرعون اور کذاب اور مسرف اور فاسق اور کافر اور ایسا اور ایسا ہے۔ ایسا ہی اس شخص کو تو یہ الہام کرے کہ جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا۔ اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا۔ اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ اور پھر دوسرے کو یہ الہام کرے کہ جو اس کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ شقاوت کا طریق اختیار کرتے ہیں۔ پس آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر اسلام پر مصیبت ہے کہ ایسے مختلف الہام ہوں اور مختلف فرقے پیدا ہوں۔ جو ایک دوسرے کے سخت مخالف ہوں۔ اسلئے ہمدردی اسلام اسی میں ہے کہ ان الہامات کا فیصلہ ہو جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کوئی فیصلہ کی راہ پیدا کر دے گا۔ اور اس مصیبت سے مسلمانوں کو چھڑائیگا۔ لیکن یہ فیصلہ تب ہو سکتا ہے کہ ہمیں جن کو الہام ہوتا ہے وہ ذرہ سیرت اختیار نہ کریں۔ اور مردِ میدان بن کر جس قسم کے الہام ہوں وہ سب دیانت کے ساتھ چھاپ دیں۔ اور کوئی الہام جو تصدیق یا تکذیب کے متعلق ہو پوشیدہ نہ رکھیں۔ تب کسی آسمانی فیصلہ کی امید ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں آپ کو پہلے خط میں دی تھیں۔ تاکہ جلد تر اپنے الہام میری طرف بھیج دیں۔ مگر آپ نے کچھ پرواہ نہیں کی اور میرے نزدیک یہ عذر آپ کا قبول کے لائق نہیں کہ آپ کو بخاری الہام اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ ایک [illegible] کی تشریح کے لئے چاہیئے۔ میرے خیال میں یہ کام چند منٹ سے زیادہ کا کام نہیں اور غایت درجہ دو گھنٹہ تک مع تشریح و تفسیر آپ لکھ سکتے ہیں۔ اور اگر کسی اور کتاب کا ارادہ ہے تو اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ مناسب ہے کہ آپ اس امت پر رحم کرکے اور نیز خدا تعالیٰ کی قسموں کی تعظیم کرکے بالفعل دو تین سو الہام ہی جو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا کام ہے چھپوا کر روانہ فرما دیں۔ یہ تو میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ الہامات کی بڑی بڑی عبارتیں ہیں۔ بلکہ ایسی ہونگی جیسا کہ آپ کا الہام مسرف "کذاب" تو اس صورت میں آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے الہام کاغذ کے ایک صفحہ میں کس قدر آسکتے ہیں۔

میں پھر آپ کو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرکے بمجرد پہنچنے اس خط کے اپنے الہامات چھپوا کر روانہ فرما دیں۔ مجھے اس بات پر بھی سخت افسوس ہوا ہے کہ آپ نے بے وجہ میری یہ شکایت کی۔ کہ گویا میں نے مولوی عبد اللہ صاحب کی کوئی بے ادبی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میری گفتگو صرف اس قدر تھی۔ کہ آپ مولوی محمد حسین کو کیوں برا کہتے ہیں۔ حالانکہ آپکے مرشد مولوی عبد اللہ صاحب نے اس کے حق میں یہ الہام شائع کیا تھا کہ وہ تمام عالموں کے لئے رحمت ہے۔ اور سب امت سے بہتر ہے۔ یہ قرآنی الہام تھے۔ جن کا میں نے ترجمہ کر دیا ہے۔ اس صورت میں اگر شک تھا تو آپ مولوی محمد حسین سے دریافت کر لیتے سچی بات پر غصہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ پھر ماسوا اس کے جس دعوے کے ساتھ خدا تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا ہے۔ اس کے مقابل پر عبد اللہ صاحب کی کیا حقیقت اور سرمایہ ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو وہ میرے تابعداروں اور خادموں میں داخل ہو جاتے۔ ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے آگے گردن خم کرنا اور رغبت اور چاکری کی راہ سے اطاعت اختیار کر لینا ہر ایک دیندار اور سچے مسلمان کا کام ہے۔ پھر وہ کیونکر میری اطاعت سے باہر رہ سکتے تھے۔ اس صورت میں آپ کا کچھ بھی حق نہیں تھا کہ اگر میں حَکَم ہونے کی حیثیت سے ان میں کچھ کلام کرتا۔ آپ جانتے ہیں کہ خدا اور رسول نے مولوی عبد اللہ کا کوئی درجہ مقرر نہیں کیا۔ اور نہ ان کے بارے میں کوئی خبر دی۔ یہ فقط آپ کا نیک ظن ہے جو آپ نے ان کو نیک سمجھ لیا۔ ورنہ کسی حدیث یا آیت سے تو ثابت نہیں۔ کہ درحقیقت پاک دل تھے۔ ہاں جہاں تک ہمیں خبر ہے۔ وہ پابند نماز تھے۔ رمضان کے روزے رکھتے تھے۔ اور بظاہر دیندار مسلمان تھے۔ اندرونی حال خدا کو معلوم۔

حافظ محمد یوسف صاحب نے کئی دفعہ قسم کو یاد کرنے سے [illegible] دفعہ عبد اللہ صاحب نے اپنے کسی خواب یا الہام کی بنا پر فرمایا تھا۔ کہ آسمان سے ایک نور قادیان میں گرا۔ جس کے فیضان سے ان کی اولاد بے نصیب رہ گئی۔ حافظ صاحب زندہ ہیں ان سے پوچھ لیں۔ پھر آپ کی شکایت کس قدر افسوس کے لائق ہے۔ اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ ہمیشہ مولوی عبد اللہ غزنوی کی نسبت میرا نیک ظن رہا ہے۔ اگرچہ بعض حرکات ان کی میں نے ایسی بھی دیکھیں کہ اس حسن ظن میں فرق ڈالنے والی بھی تھیں۔ تاہم میں نے ان کی طرف کچھ خیال نہیں کیا۔ اور ہمیشہ سمجھتا رہا کہ وہ ایک مسلمان اپنی فہم و طاقت کے موافق پابند سنت تھا۔ لیکن میں اس سے مجبور رہا کہ میں ان کو ایسے درجہ کا انسان خیال کرتا کہ جیسے خدا کے کامل بندے مامورین ہوتے ہیں۔ اور مجھے خدا نے اپنی جماعت کے نیک بندوں کی نسبت وہ وعدے دیئے ہیں۔ کہ جو لوگ ان وعدوں کے موافق میری جماعت میں سے نشوونما پائیں گے۔ اور پاک دل ہو کر خدا سے پاک تعلق جوڑ لیں گے۔ میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں ان کو صدہا درجہ مولوی عبد اللہ غزنوی سے بہتر سمجھوں گا۔ اور سمجھتا ہوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان کو وہ نشان دکھلاتا ہے۔ جو مولوی عبد اللہ صاحب نے نہیں دیکھے۔ اور ان کو وہ معارف سمجھاتا ہے جن کی مولوی عبد اللہ صاحب کو کچھ بھی خبر نہیں تھی۔ اور انھوں نے خوش قسمتی سے مسیح موعود کو پایا۔ اور اُسے قبول کیا۔ مگر مولوی عبد اللہ اس نعمت سے محروم گذر گئے۔ آپ میری نسبت کیا ہی بدگمان کریں۔ اس کا فیصلہ تو خدا تعالےٰ کے پاس ہے۔ لیکن میں بار بار کہتا ہوں کہ میں وہی ہوں۔ اور اس نور میں میرا پودہ لگایا گیا ہے۔ جس نور کا وارث مہدی آخر زمان چاہیئے تھا۔ میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر کے درجہ پر ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔ خدا تعالےٰ کی عطا کی تقسیم ہے۔ اگر کوئی بخل سے مر بھی جائے تو اس کو کیا پرواہ ہے۔ اور جو شخص مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے ذکر سے مجھ پر ناراض ہوتا ہے۔ اس کو ذرا خدا سے شرم کرکے اپنے نفس سے ہی سوال کرنا چاہیئے کہ کیا یہ عبد اللہ اس مہدی و مسیح موعود کے درجہ پر ہو سکتا ہے۔ جس کو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا اور فرمایا کہ خوش قسمت ہے وہ امت جو دو نبیوں کے اندر ہے ایک میں جو خاتم الانبیاء ہوں اور ایک مسیح موعود جو ولایت کے تمام کمالات کو ختم کرتا ہے اور فرمایا یہی لوگ ہیں جو نجات پائینگے۔ اب فرمایئے کہ جو شخص مسیح موعود سے کنارہ کرکے عبد اللہ غزنوی کیوجہ سے اس سے ناراض ہوتا ہے اس کا کیا حال ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کے صلحاء اور اولیاء ابدال۔ اور قطبوں اور غوثوں [illegible] مسیح موعود [illegible] پھر اگر یہ سچ ہے تو آپ کا مسیح موعود کے مقابل پر مولوی عبد اللہ غزنوی کا ذکر کرنا۔ اور بار بار یہ شکایت کرنا کہ عبد اللہ کے حق میں کیا یہ کہا ہے کس قدر خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسول کریم کی وصیتوں سے لاپروائی ہے۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ عبد اللہ غزنی سے نکالا جائیگا۔ اور پنجاب میں آئے گا اُس کو تم نے مان لینا۔ اور میرا اسکو سلام پہنچانا۔ یا یہ نصیحت

فرمائی تھی کہ غلبہ صلیب پر مسیح موعود ظاہر ہو گا - اور وہ نبیوں کی شان لے کر آئے گا - خدا اس کے ہاتھ پر صلیبی مذہب کو شکست دیگا - اس کی نافرمانی نہ کرنا اور اس کو میری طرف سے سلام پہنچانا۔ اور اگر یہ کہو کہ نہ تو آکر نصاریٰ سے لڑے گا - اور ان کی صلیبوں کو توڑے گا - اور ان کے خنزیروں کو قتل کرے گا - تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ علماء اسلام کی غلطیاں ہیں - بلکہ ضرور تھا کہ مسیح موعود نرمی اور صلحکاری کے ساتھ آتا - اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ مسیح موعود جنگ نہیں کرے گا - اور نہ تلوار اٹھائے گا - بلکہ اس کا حربہ آسمانی حربہ ہو گا - اور اس کی تلوار دلائل قاطعہ ہوگی - سو وہ اپنے وقت پر آچکا - اب کسی فرضی مہدی اور فرضی مسیح موعود کی انتظار کرنا - اور خونریزی کے زمانہ کا منتظر رہنا - سراسر کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے - اور خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر بہت سے نشان دکھلائے اور وہ ایسے یقینی طور پر ظاہر ہوئے کہ تیرہ سو برس کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی نظیر نہیں پائی جاتی - اسلامی اولیاء کی کرامات ان کی زندگی سے بہت پیچھے لکھی گئی ہیں اور ان کی شہرت صرف ان کے چند مریدوں تک محدود تھی - لیکن یہ نشان کروڑہا انسانوں میں شہرت پا گئے - مثلاً دیکھو کہ لیکھرام کی پیشگوئی کو کیونکر فریقین نے اپنے اشتہارات میں شائع کیا - اور قبل اس کے جو وہ پیشگوئی ظہور میں آوے لاکھوں انسانوں میں اس پیشگوئی کا مضمون شہرت پا گیا - اور تینوں قومیں ہندو - مسلمان - عیسائی اس پر گواہ ہو گئیں - پھر اسی کروفر سے وہ پیشگوئی ظہور میں بھی آئی - اور اسی طرح لیکھرام قتل کے ذریعہ سے فوت ہوا - جیسا کہ پیش از وقت ظاہر کیا گیا تھا - کیا ایسی ہیبت ناک پیشگوئی کو پورا کرنا انسان کے اختیار میں ہے؟ کیا اس ملک کی تینوں قوموں میں شہرت پا کر اور ایک کشتی کی طرح لاکھوں انسانوں کے نظارہ کے نیچے اگر اس کا پورا ہو جانا - ایسی پیشگوئی کی جو اس شان و شوکت کیساتھ پوری ہوئی ہو جو تیرہ سو برس کے زمانہ میں کوئی نظیر بھی ہے؟ اور بعض کا یہ کہنا کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں - اس کا جواب بجز اسکے ہم کیا دیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین - اگر ان لوگوں کے دلوں میں ذرہ نور انصاف ہوتا - تو وہ شبہ کیوقت میرے پاس آتے تو میں ان کو بتلاتا کہ کس خوبی سے تمام پیشگوئیاں پوری ہوگئیں ہاں ایک پیشگوئی ہے جس کا ایک حصہ پورا ہو گیا - اور ایک حصہ شرط کی وجہ سے باقی ہے - جو اپنے وقت پر پورا ہو گا - افسوس تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی وہ سنتیں اور قانون بھی معلوم نہیں جو پیشگوئیوں کے متعلق ہیں - ان کے قول کے مطابق یونس نبی بھی جھوٹا تھا جس نے اپنی پیشگوئی کے قطعی طور پر چالیس دن مقرر کئے تھے - مگر وہ لوگ چالیس برس سے بھی زیادہ زندہ رہے اور چالیس دن میں نینوہ کا ایک تنکا بھی نہ ٹوٹا - بلکہ یونس نبی تو کیا تمام نبیوں کی پیشگوئیوں میں یہ نظیریں ملتی ہیں -

پھر آخر میں خدا تعالیٰ کی قسم آپ کو دیتا ہوں کہ آپ وہ تمام مخالفانہ پیشگوئیاں جو میری نسبت آپ کے دل میں ہوں لکھ کر چھاپ دیں - اب دس دن سے زیادہ آپ کو مہلت نہیں دیتا - جون مہینے کی ۳۰ تاریخ تک آپ کا اشتہار مخالفانہ پیشگوئیوں کا میرے پاس آ جانا چاہیئے - ورنہ یہی کاغذ پیشگوئی ...... سمجھا جائے گا اور پھر آئندہ آپ کو کبھی مخاطب کرنا بھی بے فائدہ ہو گا - والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ

۱۶ جون ۱۸۹۹ء

حاجی محمد ولی اللہ صاحب کے نام

مخدومی مکرمی اخویم حاجی محمد ولی اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - عنایت نامہ کا جواب بھیجا گیا تھا - مگر آجتک انتظار رہا کہ آپ کی طرف سے کوئی جواب آوے - تا پورا منشاء خط سابق کا ظاہر کیا جاوے آخر جواب سے نو امید ہو کر خود اپنی طرف سے تحریک کی جاتی ہے کہ آنمخدوم کے خط سابق میں اس قدر حرارت اور تلخی بھری ہوئی تھی اور ایسے الفاظ درشت اور ناملائم تھے - جن سے بہ بداہت یہ بو آ رہی تھی - کہ آں مکرم کی بدظنی غایت درجہ کی فساد اور خرابی تک پہنچ گئی ہے - اگر کتاب کی خرید و فروخت کا تعلق درمیان نہ ہوتا - تو ہرگز امید نہ تھی کہ آپ کی قلم سے ایسے الفاظ نکلتے - پس اس سے ثابت ہوا کہ ایسے منحوس تعلق نے آپ جیسے بزرگ کی طبیعت کو شگفتہ کیا - اور ابھی معلوم نہیں کہ آشفتگی اور پریشان باطنی کہاں تک منجر ہو - اور اس عاجز کا حال یہ ہے کہ یہ تمام کاروبار بجز ذات باری عز اسمہ کسی کے بھروسہ پر نہیں پس اس صورت میں قرین مصلحت ہے کہ فسخ بیع اور استرداد قیمت مرسلہ سے آپ کی طبیعت کو ٹھنڈا اور آرام پہنچایا جائے - کیونکہ اس تمام اشتعال کا بجز اس کے اور کوئی موجب نظر نہیں آتا کہ چند درہم کی جدائی نے جو بہر صورت جدا ہونے والے ہیں آپ کی طبیعت کو تردد و تاسف و پریشانی و حسرت میں ڈالدیا ہے - سو اسی نظر سے یہ خط بھیجا جاتا ہے - کہ اگر ان سخت اور نالائق الفاظ کا موجب یہی ہے جو میں نے سمجھا ہے تو آپ مجھ کو رد قیمت کے لئے اطلاع دیں کہ تا آپ کی قیمت مرسلہ واپس کر کے دو علاج کیا جائے - جس سے کف لسانی کی سعادت جو شعار مومنین ہے آپ کو نصیب ہو - اگر آپ رسالہ سرمہ چشم آریہ دیکھتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اس عاجز نے پہلے ہی اشتہار دے دیا ہے کہ اگر کوئی توقف طبع براہین پر ناراض ہو اور اپنی قیمت واپس لینی چاہے - تو وہ اطلاع دے - تو ایسے سب خریداروں کی قیمت واپس ہوگی - آپ پر واضح رہے کہ جو لوگ بدظنی کرتے ہیں - اور منہ سے گندی باتیں نکالتے ہیں - وہ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتے - وہ آپ ہی بدظن ہو کر خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق ٹھہر جاتے ہیں - یہ کاروبار سب جناب الٰہی کی طرف سے ہے - اور وہی اس کو بخیر و خوبی پورا کرے گا - اگر تمام بنی آدم ایسا ہی خیال اور دل میں پیدا کرلیں جیسا کہ آجکل آپ کا ہے تو تب بھی وہ ایک ذرہ ہمکو ضرر نہیں پہنچا سکتے - ہمارا وہ مربی کریم جس نے اس تاریکی کے زمانہ میں مامور کیا - وہ ہمارے ساتھ ہے اور وہی کافی ہے - والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

۸ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ

مجلس مشاورت کا انعقاد

جیسا کہ مشتہر کیا گیا تھا کہ مجلس مشاورت کا اجلاس ۳۰ و ۳۱ مارچ و یکم اپریل ۱۹۳۴ء کو ہوتا رہا ۳۰ مارچ کو بعد نماز جمعہ شروع ہوا - اور یکم اپریل کو بعد نماز ظہر ختم ہو گیا اس اجلاس میں احمدیہ جماعتوں کے چار سو نمائیندے شریک ہوتے - ہر اجلاس تلاوت قرآن کریم اور دعا سے شروع ہوتا تھا - نمائیندگان کے علاوہ گیلریاں وزیٹروں سے بھری ہوئی تھیں جن کی تعداد ۱۰۶۳ تھی - جماعت نے اپنے اخلاص و ارادت کا بہترین نمونہ دکھایا - اور سلسلہ کے اہم امور پر نہایت توجہ سے مخلصانہ مشورہ دیا زنانہ تعلیم کا سوال اور مباحثات کے متعلق آئندہ کی پالیسی پر خوب بحث ہوئی - اور جماعت نے اپنے نقطہ نظر کو پیش کیا - جسے مدنظر رکھتے ہوئے حضور نے اہم فیصلے فرمائے - بجٹ پیش کردہ مناسب ترمیموں کے ساتھ منظور ہو گیا - اور انگریزی ترجمۃ القرآن کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ کی گنجائش آمد و خرچ میں رکھی گئی - مجھے افسوس ہے کہ انگریزی ریویو کے متعلق اضافہ بجٹ کی جو تجویز تھی وہ پاس ہوگئی ضرورت ہے کہ احباب اپنی اپنی جگہ اس کی اشاعت کے لئے خاص طور پر کوشش کریں -

سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ قدردانی خاکسار عرفانی کی مرتبہ سیرۃ و سوانح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ "یہ کتاب ہر احمدی کے پاس ہونی چاہیئے - اور کون احمدی ہے جو اس کی خواہش نہ رکھتا ہو"

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ :-

"اگر یہ کام شیخ صاحب کی زندگی میں نہ ہوا تو پھر ہم دس کروڑ روپیہ خرچ کر کے بھی اس کو پورا نہ کر سکیں گے"

آپ نے جماعت کو متوجہ کیا کہ وہ اس سٹاک کو جو موجود ہے خرید کرلیں - تاکہ کام برابر جاری رہ سکے - حضور کے اصل الفاظ بھی شائع کر دیئے جاویں گے -

شادی خانہ آبادی

۳۰ مارچ ۱۹۳۴ء کو بعد نماز عشاء حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محمودہ بیگم بنت مکرمی خانصاحب ذوالفقار علی خان صاحب کا نکاح سیٹھ معین الدین خلف الرشید سیٹھ محمد غوث صاحب حیدرآبادی کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ مہر کلدار پر پڑھا میں اس مبارک تقریب پر اپنے مخلص دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں - سیٹھ صاحب نے اس تقریب پر قادیان کے احباب کے گھروں میں بھی چھوارے وغیرہ تقسیم کر دیئے - سیٹھ صاحب اپنے اخلاص کا ...... وہ دل کھول کر حصہ لیتے ہیں - اللہ تعالیٰ انھیں اس سے بھی زیادہ توفیق دے - میں ان سے اس خوشی کی تقریب میں قرآن مجید کی اشاعت کے لئے ایک سو جلدوں کی درخواست کرتا ہوں - (عرفانی)

الحکم کے خاص نمبر کی اشاعت کیلئے اپنا فرض پورا کیجئے!

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت حامد علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(نمبر ۳)

براہین احمدیہ کی چوتھی جلد کی اشاعت سے حضرت اقدس کی زندگی میں ایک دورِ جدید شروع ہوا۔ شادی کے بعد خداتعالیٰ نے ایک موعود بیٹے کی بشارت دی۔ اور خدا کی مشیت اور وعدے کی صحیح حقیقت .... پر ایک پردہ خفا رہا اور صاحبزادی عصمت پیدا ہوئی جس نے ایک ہنگامہ پیدا کر دیا۔ بالآخر بشیر اول پیدا ہوا لیکن پھر اس کی وفات نے ایک دوسرا طوفان بے تمیزی پیدا کیا۔ مگر حضرت اقدس کی صحبت اور ان نشانات کے معائنہ سے حافظ صاحب جیسے لوگوں پر اس شور و شر کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر وہ وقت آ گیا کہ حضرت صاحب نے بیعت کا اعلان کیا۔ اور سلسلہ کی باقاعدہ ایک تنظیمی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے بعد مسیح موعود کا دعویٰ مشتہر ہوا تو بعض لوگوں کو کچھ ابتلا آیا۔ مگر حافظ صاحب اُس وقت بھی اوّل المؤمنین کہنے والوں میں تھے۔ اسی طرح مختلف فتنے پیدا ہوتے رہے۔ مگر وہ اپنے ایمان اور اخلاص میں ترقی کرتے چلے گئے۔ اور ہر موقعہ پر حضور کے ساتھ رہے۔ سوائے اس دو سال کے عرصہ میں۔ جبکہ وہ افریقہ چلے گئے تھے۔ میری تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ حافظ صاحب ۱۸۷۶ء میں پہلی مرتبہ اور ۱۸۸۰ء سے مستقل حضرت کی خدمت میں آئے اور انھوں نے قریباً ۲۸ سال یا صحیح معنوں میں ۲۶ سال حضرت کی خدمت میں گذارے۔ زندگی کا یہ بہت بڑا زمانہ ہے۔ اور چوتھائی صدی ایک معمولی بات نہیں۔ وہ ایسے وقت آئے جبکہ حضرت صاحب تنہا تھے اُنھوں نے خداتعالیٰ کی ان بشارتوں اور وعدوں کو بلاواسطہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا۔ جو آپ کی آئندہ زندگی اور فتوحات کی پیشگوئیوں پر مشتمل تھے۔ اور انھوں نے

اپنی آنکھ سے ان کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا

اسی لحاظ سے حافظ حامد علی صاحب جماعت میں اکیلے تھے کہ اُنھوں نے اسقدر نشانات حضرت اقدس کے دیکھے ہیں کہ کسی دوسرے کو وہ موقع میسر نہیں آیا۔ اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ باقی سب ان کے بعد آنیوالے ہیں۔ جیسے حضرت مولوی عبداللہ سنوری۔ حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب اور ان لوگوں کو اس قدر لمبا زمانہ حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے کا نہیں ملا جس قدر حافظ صاحب کو اسلئے کہ وہ متواتر حاضر خدمت رہے۔ اور باقی مختلف اوقات میں آتے اور کچھ عرصہ رہ کر چلے جاتے تھے۔ لیکن

حافظ صاحب بلا فصل آپکے حضور حاضر رہے

اسلئے یہ یگانہ امتیاز آپ کو حاصل ہے۔ کہ آپ سب سے زیادہ آپکے نشانات کے گواہ ہیں۔ اور آپ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ خداتعالیٰ نے ایک وحی میں آپ کو

حضرت اقدس کا رفیق کہہ کر پکارا

جیسے حضرت مخدوم الملة مولانا عبدالکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کا لیڈر فرمایا۔

دوستوں سے تعلقات

حضرت حافظ حامد علی صاحب بعض لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات خصوصی بھی رکھتے تھے۔ یوں تو سلسلہ احمدیہ میں ہو کر وہ ہر ایک سے محبت و اخلاص کا برتاؤ کرتے اور اخوت و خلت کے مراتب کو مدنظر رکھتے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ایک بھی آدمی ایسا ہو۔ جس کو حافظ صاحب کے متعلق کچھ شکایت ہو۔ وہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ لیکن جبکہ یہ انسانی فطرت ہے بعض لوگوں سے انھیں خاص طور پر محبت تھی اور میں نے جہاں تک دیکھا اس محبت کا معیار خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت و اخلاص تھا۔ جس قدر وہ کسی شخص کو حضرت کی محبت میں فانی اور گم پاتے اسی قدر وہ اس سے زیادہ محبت کرتے۔ اور اس معیار محبت میں ایک دوسری چیز اور بھی تھی۔ وہ مسابقت تھی۔ جو لوگ سابقون الاولون میں تھے۔ ان میں سے ان کو ایک خاص ربط اور تعلق تھا۔ وہ ان کے پاس بیٹھ کر ان سے باتیں کر کے بہت خوش ہوتے۔ اور جیسے ایک کلاس کے طالب علم اپنی زندگی کے کاروباری دور میں ملکر ایک دوسرے سے خوش ہوتے۔ اور سکول لائف کے تذکروں یا اس عہد کی بےتکلفیوں سے خوش ہوتے حافظ صاحب بھی جب ایسے دوستوں سے ملتے تو ان ایام سابقہ کی خوشگوار یاد سے مسرت حاصل کرتے۔

جن لوگوں کے ساتھ ان کے اس قسم کے تعلقات تھے۔ ان تعلقات میں کبھی کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ ہر روز محبت و اخلاص میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ کبھی انھوں نے اپنی کسی حاجت کو اپنے کسی دوست کے سامنے نہ رکھا۔ اور خود ان سے اپنے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی

ان کی دینداری کا اثر

ہر شخص اپنی بعض کمزوریوں یا معاصرت کے لحاظ سے کم از کم اپنے علاقہ اور گرد و نواح میں خاص عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ بشرطیکہ وہ اپنی تمول کے لحاظ سے یا عالی خاندان ہونے کی وجہ سے محتاج نہ ہو۔ حافظ صاحب ایک زمیندار خاندان کے آدمی تھے۔ اور دولت و مال کے لحاظ سے ان کا کوئی پایہ بلند نہ تھا۔ وہ ایک غریب آدمی تھے۔ مگر باوجود اس کے اپنی نیکی اور دینداری کی وجہ سے اپنے گاؤں اور گرد و نواح میں ہمیشہ عزت و محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور آج ہم جو بفضل اللہ چک اور تہ غلام نبی وغیرہ دیہات میں احمدیت کی رونق اور اثر دیکھتے ہیں۔ اس میں حافظ صاحب کی عملی زندگی کا بہت بڑا دخل ہے وہ ایک خاموش واعظ تھے اور مجسم تبلیغ تھے۔ انھیں دیکھ کر خواہ نخواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا یقین ہوتا تھا۔ اور اندر ہی اندر محبت کا جذبہ بڑھتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفع کے بعد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفع کے بعد ان کی طبیعت پر غیر معمولی اثر ہوا۔ وہ علی العموم پریشان رہتے تھے۔ صدر انجمن نے آپ کو لنگر خانہ میں منتقل کر دیا۔ جہاں آپ کے سپرد مہمانوں کو کھانا کھلانا ہوتا تھا۔ مہمانوں کی خدمت۔ ان کا احترام اور دلداری۔ یہ تو ہمیشہ سے ان کا معمول تھا۔ جب تک وہ اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے نہایت دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ کرتے رہے۔ وہ یہی یقین رکھتے تھے کہ یہ میرے محبوب آقا کا لنگر ہے جو خداتعالیٰ کے وعدوں کے ماتحت جاری ہوا ہے۔

لیکن سچ یہ ہے کہ وہ اس خدمت سے اب خوش نہ تھے۔ اسلئے کہ مختلف قسم کے احکام صادر ہوتے رہتے تھے اور کئی قسم کی پابندیاں عائد کی جاتیں۔ وہ مجبور تھے کہ ان ساری باتوں کو برداشت کریں۔ آخر صدر انجمن نے انھیں آٹھ روپیہ ماہوار کی پنشن دے دی۔ اور یہ اسقدر قلیل پنشن تھی کہ وہ اپنے کنبہ کے اخراجات کو پورا کر سکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو تنخواہ ان کو دیتے تھے۔ وہ خواہ کتنی ہی قلیل ہوتی۔ لیکن حضور کو ان کی اہل کی ضرورتوں کا بےحد خیال رہتا تھا۔ اور ہر قسم کی ضرورتوں کا حضور انتظام فرما دیتے۔ لیکن اب وہی آٹھ روپے تھے۔ اسلئے باوجود پیرانہ سالی کے اُنھوں نے پرچون کی دکان کر لی۔ دکان کے ساتھ ان کی طبیعت کو کوئی مناسبت نہ تھی۔ کبھی یہ کام نہ کیا تھا۔ لیکن خوب غور کرنے کے بعد اُنھوں نے سوچا کہ یہی ایک کام ہے جو میں کر سکتا ہوں۔ حقیقت میں اس سے بھی اُنھوں نے ہمیں سبق دیا کہ

کسب حلال سے آخر وقت تک روٹی کمانی چاہیئے

دوکانداروں کے ہتھکنڈوں سے تو وہ واقف نہ تھے۔ اور اگر ہوتے بھی تو ان کی زندگی کے دستور العمل کے یہ بالکل خلاف بات تھی۔ کہ کسی کا حق لیں۔ یا کسی کو مغالطہ دیں۔

اس لئے یہ دوکان ان کے لئے کچھ زیادہ نفع کا موجب نہ تھی۔ دوکان پر بیٹھے رہنے سے آخر ان کی صحت پر اثر ڈالا۔ اور وہ دن بدن کمزور ہونے لگے۔ ۱۹۱۹ء کی آخری ششماہی میں ان کی صحت نے جواب دیدیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی جسمانی قوت قریباً سلب ہو گئی۔ اور وہ دوکان پر بیٹھنے سے عاجز آ گئے آخر دوکان بند کر دینی پڑی۔ اور اس کی مختصر سی متاع کو مولوی عبدالرحمان صاحب مولوی فاضل المعروف جٹ نے جو ان کے بھانجے اور داماد بھی ہیں نیلام کر دیا۔

حافظ صاحب شروع ہی سے بہت کم گو تھے اور بہت آہستہ آہستہ بولتے تھے۔ اور اب جبکہ صحت نے جواب دے دیا۔ اور جسمانی طاقت بہت ہی کم ہو گئی تو اس میں اور بھی کمی ہو گئی۔

مہمان خانہ کے ساتھ ہی اُنھوں نے ایک چھوٹا سا حجرہ بنا لیا تھا۔ اور اسی میں وہ اپنی رفیقہ حیات اور لڑکیوں کے ساتھ رہا کرتے تھے جگہ نہایت تنگ تھی اسے دیکھ کر ان کی قناعت اور صابر فطرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ صرف زندگی کے ایام بسر کرنے کے لئے سر رکھنے کو جگہ چاہتے تھے۔ اس سے زیادہ کچھ خواہش نہ تھی۔ میں ایام بیماری میں عیادت کے لئے گیا۔ مجھے دیکھتے ہی چہرہ پر ایک خوشی مگر آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ بیٹھنے حالات پوچھے۔ نہایت دھیمی آواز

الحمد للہ کہا اور فرمایا کہ اب وقت قریب ہے کئی مرتبہ مینے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رویا میں دیکھا ہے اور میں آپ کے ساتھ جانے کی تیاری کر رہا ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ اب یہاں رہنے سے طبیعت سیر ہو چکی ہے۔ **حضرت کے بعد زندگی کا لطف نہ رہا**۔ اور یوں تو جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے زندگی کے دن بسر کرتے ہیں۔ غرض دن بدن حالت کمزور ہوتی چلی گئی۔ اور آخر وہ وقت آگیا کہ **حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رفیق نے جان آفریں کے سپرد جان کر دی۔**

انا للہ وانا الیہ راجعون

وفات کی اطلاع بذریعہ رویا

کہتے ہیں کہ جس روز آپ کی وفات ہونے والی تھی۔ اس سے پہلی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ اور نہر کے پُل پر جو قادیان سے بٹالہ کو جاتے ہوئے راہ میں آتا ہے وہاں ٹھیر گئے۔ اور حافظ صاحب کو بلایا۔ حافظ صاحب کہتے تھے کہ جب میں گیا ہوں تو حضور نے بڑی محبت سے چارپائی پر بٹھا لیا۔ اور بڑی محبت اور پیار سے باتیں کرنے لگے۔ آپکے ہمراہ دو تین سو آدمی ہیں۔ مگر وہ سب وفات یافتہ ہیں زندوں میں سے کوئی نہیں۔ اور ان میں سماۃ مائی تابی بھی ہے (یہ خاتون حضرت کے گھر میں رہا کرتی تھی۔ اور حافظ صاحب ہی کی قوم سے تھی۔ - عرفانی) حضرت اقدس اُٹھے اور چند قدم پر جا کر پیشاب کیا اور چل دیئے۔ اسپر حافظ صاحب بیدار ہو گئے۔ یہ خواب آ نے گھر میں سنایا۔ اور کہا کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا۔ چنانچہ اس خواب سے کوئی چار پانچ گھنٹے بعد مرحوم نے خود اُٹھ کر پیشاب کیا۔ اور پیشاب کرتے ہی چارپائی پر لیٹا تھا کہ

مرغ نفس قفس عنصری سے پرواز کر گیا

ایام بیماری میں وہ ہمہ تن رو بخدا تھے۔ اور وہ یوں بھی بہت کم باتیں کرتے تھے۔ لیکن اب بیماری اور ضعف نے بالکل خاموش کر دیا گویا جلوت میں خلوت میسر آگئی یہ تمام وقت درود شریف۔ استغفار اور دعاؤں میں گذرتا۔ اور یا قرآن مجید پڑھتے گویا **ذکر الٰہی میں** مصروف تھے۔

یہ ۸ر ستمبر ۱۹۱۹ء کی تاریخ تھی جس روز حضرت **مسیح موعود علیہ السلام کا یہ خادم قدیم** جس کو خدا تعالیٰ کی وحی میں **رفیق** کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (جو آپکے ہاتھوں میں پیدا ہوئے۔ جوان ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور وعدوں کے موافق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے **جانشین** ہوئے) نے آپ کا **جنازہ** پڑھا اور **مقبرہ بہشتی** میں ان کو دفن کیا۔ ان کے جنازہ کو کندھا دیا۔ اور دفن کرتے وقت فرمایا کہ **افسوس! حضرت اقدس کے پُرانے خادم ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔**

مرحوم کا حلیہ

مرحوم گندم گوں تھے۔ جسم دبلا پتلا تھا قد میانہ تھا نہ بہت لمبے اور نہ بہت پست قد بلکہ ایک موزوں قامت کے انسان تھے۔ داڑھی گھنی نہ تھی صرف کلّوں پر تھی۔ بدن دبلا پتلا چہرہ پر متانت کے ساتھ تعلق باللہ

کے آثار نمایاں تھے۔ وفات کے وقت عمر ساٹھ سے کچھ متجاوز تھی اور کم و بیش ۴۶ سال تک حضرت کی خدمت میں رہے۔ اور بہت ہی قرب کا مقام انھیں حاصل تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان سے

عام حالات

بہت **محبت** تھی۔ اور ان پر **کامل اعتماد** تھا۔ وہ **حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے شمار نشانات کے شاہد** تھے اور حضرت اقدس نے اپنی تصنیفات میں نشانات کے گواہوں کے ذیل میں کثرت سے ان کا ذکر کیا ہے۔

وہ اپنے دوستوں کے ساتھ نہایت وفادار اور مخلص تھے۔ باوجودیکہ ابتداءً طبیعت میں تیزی تھی۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ کوئی شخص ان سے ناراض ہوا ہو

کبھی کوئی ابتلا نہیں آیا

حافظ صاحب اُن آدمیوں میں تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا سلسلہ کے متعلق کبھی کوئی ابتلاء نہیں آیا۔ بلکہ وہ ہر روز نہیں ہر آن اپنے **ایمان اور معرفت** میں ترقی کرتے جاتے تھے۔ وہ **ایک خادم کی طرح** کام کرتے تھے۔ مگر کبھی کسی دوست نے ان کو خادم نہیں سمجھا۔ سب ان کی عزت و احترام کرتے تھے۔ حضرت کی زندگی میں بعض پیشگوئیوں کے متعلق کئی قسم کے ابتلا لوگوں کو آئے۔ اُنھوں نے ہر موقعہ پر **اپنے ایمان کو ترقی کرتے ہوئے پایا**

حضرت کے بعد سب سے بڑا زلزلہ جماعت پر **خلافت ثانی** کے انتخاب کے وقت آیا۔ **حافظ صاحب** اسوقت **صدر انجمن** کے ملازم تھے۔ اور وہ لوگ جو صدر انجمن کے **عمائد** تھے۔ بڑے آدمی تھے۔ اور بعض ان میں سے ذاتی طور پر حافظ صاحب کی خدمت بھی کرتے تھے اسلئے نہیں کہ وہ مہمان خانہ کے ایک خادم تھے۔ بلکہ اسلئے کہ وہ ایک **بزرگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے دوست** تھے۔ اور اس طرح پر تعلقات ان لوگوں کے بڑھے ہوئے بھی تھے۔ مگر جب **خلافت** کا سوال آیا تو آپنے **ان سے قطع تعلق کر لینا آسان سمجھا**

ایک نکتہ معرفت

اور ان کا ساتھ نہیں دیا۔ بلکہ **خلافت ثانیہ** کی اطاعت قبول کی۔ اور میں تو اپنے **ذوق** پر اسے ہمیشہ **خلافت ثانیہ** کی صداقت پر ایک دلیل سمجھا کرتا ہوں کہ وہ لوگ جنھوں نے حضرت اقدس کی صحبت میں اپنی عمروں کا بڑا حصہ گذارا۔ اور اس خصوص میں کوئی ان کا شریک نہیں۔ وہ حضور کے اکثر نشانات کے گواہ ہیں ان سب نے **خلافت ثانیہ** کی اطاعت قبول کی۔ جیسے حضرت مولوی **عبد اللہ سنوری**۔ حضرت حافظ حامد علی صاحب۔ حضرت حافظ معین الدین صاحب۔ حضرت صاحبزادہ سراج الحق صاحب اور سینکڑوں ایسے لوگ ہیں۔ خاکسار عرفانی کو بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ ۱۸۸۹ء میں حضرت کی صحبت میں آیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس زلزلہ عظیمہ کیوقت

اسے بھی ثبات قدم عطا فرمایا

عام اخلاق

مرحوم نہایت ملنسار۔ وفادار اور ہمدرد طبیعت کے انسان تھے۔ دوسروں کی بھلائی چاہتے تھے۔ حضرت کی صحبت اور قرب نے ان میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ وہ دعاؤں کی قوت کو جانتے۔ اور دعائیں کرنے کے عادی اور **آداب دعا** سے واقف تھے انکی زندگی ایک **مخلص مومن اور خدا رسیدہ** انسان کی زندگی تھی حق کی اشاعت کے لئے ان میں جوش اور غیرت تھی۔ دینی معاملہ میں کبھی کسی سے دبتے نہ تھے۔ حق کہنے میں ہمیشہ دلیر تھے **مشتبہ نمونہ**

دار۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل تھے۔ غرض مرحوم

بہت سی خوبیوں کے مالک تھے

اور یہ جو کچھ تھا وہ حضرت کی پاک صحبت کا اثر تھا۔ مرحوم اپنی زندگی کے بے شمار واقعات اور حالات سے واقف تھے۔ مگر ان کی عادت میں تھا کہ بہت کم روایت کرتے۔ اور جب حضرت کے حالات کے متعلق کوئی سوال ہوتا تو چشم پُر آب ہو جاتے اور فرماتے کہ **سراسر نور کی میں کیا حقیقت بیان کروں** کوئی ایک بات ہو تو کہوں۔ افسوس مرحوم نے کوئی نرینہ اولاد نہ چھوڑی۔ صرف لڑکیاں ہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود کی رائے

اب آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُس رائے کو درج کر دیتا ہوں۔ جو حضور نے حافظ حامد علی صاحب مرحوم کے متعلق تحریر فرمائی۔ حضرت **حافظ حامد علی** صاحب کی جو تعریف حضرت نے فرمائی ہے۔ اس کے بعد کوئی اور کیا لکھ سکتا ہے۔ اور میں تو اسے حافظ صاحب کی نجات کا ذریعہ یقین کرتا ہوں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ:۔

"**جیسی خدمت شیخ حامد علی نے کی ہے وہ میری خدمت کسی دوسرے نے نہیں کی اور یہ میرے ساتھ ہمیشہ رہا ہے۔ جنت میں بھی میرے ساتھ اسی طرح ہو گا**"

اس **بشارت** کے بعد حضرت حامد علی کی وفات کا کیا غم؟ ہاں غم اس بات کا ہے کہ ایسے لوگ جو خدا تعالیٰ کی ایک نعمت اور **حضرت مسیح موعود علیہ السلام** کی سچائی کے **زندہ گواہ** تھے وہ کم ہو رہے ہیں۔ اب میں حضرت اقدس کی رائے درج کر کے اس کو ختم کر دیتا ہوں۔ اور اپنے ایک مخلص اور وفادار بھائی کے حالات محفوظ کر دینے کے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں والحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"حبی فی اللہ **شیخ حامد علی** یہ جوان صالح ایک صالح خاندان کا ہے اور قریباً سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ محبت اخلاص اور محبت رکھتا ہے۔ اگرچہ دقائق تقویٰ تک پہنچنا بڑے عرفاء و صلحاء کا کام ہے۔ مگر جہاں تک سمجھ ہے اتباع سنت اور رعایت تقویٰ میں مصروف ہے۔ مینے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میت کی طرح ہو گیا تھا التزام ادائے پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنیکے لئے اُسکے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف بیماری اور فتنہ کی حالتیں اُس کو نماز سے روک نہیں سکتیں۔ وہ بیشک خدا تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولت منداس نعمت کو پانیوالے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ شیخ حامد علی نے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں۔ اور چونکہ وہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے۔ اسلئے خدا تعالیٰ اُس کے لئے ایسے اسباب پیدا کرتا رہا۔ اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا رہا کہ کیونکر خدا تعالیٰ کی عنایتیں اسطرف رجوع کر رہی ہیں اور کیونکر دعاؤں کے قبول ہونے سے خارق عادت نشان ظہور میں آئے۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپوری کے ابتلاء اور نزول بلا کی خبر جو کوئی چھ مہینے پہلے شیخ صاحب کو بذریعہ خط پہنچائی تھی اور پھر اُن کے انجام بخیر ہونے کی بشارت جو حکم برائے موت کی حالت میں اُن کو پہنچائی گئی تھی یہ سب باتیں حامد علی کی چشم دید ہیں۔ بلکہ اس پیشگوئی پر بعض نادان اُس سے لڑتے جھگڑتے رہے کہ اس کا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔ ایسا ہی دلیپ سنگھ کے روکے جانے کی پیشگوئی اور کئی دوسری پیشگوئیاں اور نشان جو صبح صادق کی طرح ظاہر ہو گئیں۔ اس شخص کو معلوم ہیں جنکا خدا تعالیٰ گواہ ہے

۴۴ اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس کو نشان دکھائے گئے ہیں وہ ایک طالب حق کا ایمان مضبوط کرنے کے لئے ایسے کافی ہیں کہ اس سے بڑھ کر حاجت نہیں۔ حامد علی بیشک ایک مخلص ہے مگر فطرتی طور پر اشتعال اگرچہ اس میں بااجابت [illegible] طبیعت کی [illegible] نہیں کرتے۔ ایک غریب اور ادنیٰ مزدور کی سخت بات برداشت کرنا اُس کی طاقت سے باہر ہے۔ غصہ کیوقت کسقدر جبابرہ کا رنگ و ریشہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کاہلی اور کسل بھی بہت ہے مگر نمازیں متقی اور وفادار ہے۔ [illegible]

خلافت

(از محمد صادق صاحب قریشی شبنم)

جہاں بینی، جہاں بانی، جہاں گیری جہانداری
تو اے ناداں سمجھ سکتا نہیں اس راز کو ہرگز
ہوس نے عجب انداز سے پہلو بدل ڈالا
نقابِ حسن اُٹھا آئینہ جو سے آگے
برس کر ابرِ رحمت نے کیا سرسبز کھیتی کو
چمن فطرت کا آخر نامیہ پا کر ثمر لایا
خلافت تھی نبوت کی قبا میں جلوہ گر مستتر
منور نور از کمت نکھر سے ہے جہاں بکھر
خلافت کی بنا کی استواری ہے نبوت سے

خلافت کی فسونکاری، خلافت کی فسونکاری
خلافت بو البشر کی تھی ادائے حضرت باری
ملائکہ نے ازل میں تاڑلی تھی اس کی عیاری
اور انّی جاعلٌ نے الارض کا چشمہ ہوا جاری
یدِ قدرت نے صحرائے عرب میں کی چمن کاری
محمد مصطفےٰ کا دین عالم میں ہوا جاری
کہ تا ہر دم زمیں پر آسماں کی ہو ضیا باری
یہی وہ جوئے رحمت ہے جو ہوگی تا ابد جاری
نبوت گر نہ ہو تو ہے خلافت نور سے عاری

نبی کا جانشیں اُس نور کو لے کر نکلتا ہے۔
بتاتا بھولے بھٹکوں کو ہے رہبر کی وفاداری

مٹایا فتنۂ روبستہ کو صدیق اکبرؓ نے
اُٹھا کر آفتاب نور جس نے شام پر مارا
عمارت قصرِ اسلامی کی جب تکمیل کو پہنچی
فضائے گنبدِ گردوں میں گونجا نعرۂ تکبیر

وگرنہ زنگ کیا لاتی خدا جانے وہ غداری
وہ کیا تھا؟ ہمتِ فاروق اعظمؓ کی فسونکاری
تو خونِ حضرت عثمانؓ نے کی اُس پہ گلکاری

ابھی تک یاد ہے تاریخ کو حیدرؓ کی کراری

ہوئے جب تارکِ قرآں مسلماں بے یقیں ہو کر
یکایک نیرِ روشن شبِ تاریک میں چمکا۔
منور سینۂ مشرق ہوا قندیلِ ایماں سے
جری اللہ نے اسلام کی شیرازہ بندی کی
حجابِ روئے حق اٹھا تماشائی ہوئے پیدا
طلسمِ کفر کو توڑا یدِ بیضائے موسےٰ نے

ہوا پنہاں نظر سے اُن کی روئے حضرت باری
دلِ آگاہ نے دیکھی خلافت کی ضیا باری
ہوئی خورشید کی داماںِ مغرب پر شفق کاری
ہوئی ایوانِ مذہب میں دوبارہ آئینہ کاری
اِدھر دعوئے دلداری اُدھر عہدِ وفاداری
نگاہِ سامری کیشاں ہوئی مرطوبِ خونباری

خلافت رازِ ہستی ہے۔ یہی آئینِ قدرت ہے
یہی نورِ نبوت ہے۔ یہی خورشیدِ ملت ہے

یم ملت میں نور الدین سا گوہر ہوا پیدا
نگاہِ برق ذن سے خرمنِ باطل ہوا برباد
مثیلِ حضرت صدیق تھا۔ صدیق کا وارث
خلافت کے فلک پر نیرِ فضلِ عمرؓ آیا۔
نشانِ فتنۂ پیغام کو یکسر مٹا ڈالا
عروقِ مردہ عالم میں خونِ زندگی دوڑا
نگاہِ تشنہ کاماں ایک قطرہ کو ترستی تھی

خلافت کے فلک پر اور ایک اختر ہوا پیدا
عدو کا سر کچلنے کے لئے خنجر ہوا پیدا
وہی فتنہ مٹانے کا یہاں منظر ہوا پیدا
تو شور اُٹھا کہ لو پھر سے پیغمبر ہوا پیدا
نگاہِ شیر دل سے شعلۂ اخگر ہوا پیدا
صدائے قم باذن اللہ سے محشر ہوا پیدا
زمینِ قادیاں میں قلزمِ کوثر ہوا پیدا

کمالِ زندگی کا راز ہے مضمر خلافت میں
نہاں ہے نیرِ اقبال کا جوہر خلافت میں

دعائے مہدیٔ مسعود کا دیکھا اثر پیدا
بشیر الدینؓ کے عہدِ ہمایونِ خلافت میں
پئے سیرابیٔ نخلِ تمنائے مسیحا سے
دعاؤں کے اثر سے آسماں آتش بدامن ہے
چراغِ ملت بیضا ہے روشن تر خلافت سے
اٹھا کر آنکھ اے غافل خلافت کے سماں کو دیکھ
خلافت گر نہیں وابستۂ منشائے ربانی

کہ خورشیدِ خلافت سے ہے عالم میں سحر پیدا
جری اللہ کے گلزار میں ہے برگ و بر پیدا
ہر شاخ دیدۂ محمود میں خونِ جگر پیدا
کہ پھر آہِ سحر گاہی میں ہے سوز شرر پیدا
خلافت ہی سے باطل کو ہے مٹنے کا خطر پیدا
گماں آبادِ یورپ میں یقیں کا ہے اثر پیدا
تو کیوں گلزارِ عالم میں ہے آج اسکا ثمر پیدا

خلافت کی ضیا ہی رہبرِ تدبیرِ ملت ہے!

یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے!

حضرت حافظ معین الدین رضؓ کے متعلق کچھ اور

معونة المعلمین

اعلی المہیمن ہممنا و شیونـنا
نبنی منازلنا علے العیون م ۲ ء

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کی سیرت کا ایک چمکیلا واقعہ مجھے یاد ہے۔ جو آپ نے مجھ سے خود بیان فرمایا تھا آج میں اس کو سپرد قلم کرتا ہوں "آنیوالی نسلیں سمجھ لیں کہ آخرین منھم لما یلحقوا بھم اسی جماعت کا نام خدا تعالےٰ نے رکھا ہے اور یؤثرون علےٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصة کا نمونہ بھی مسیح موعود علیہ السلام کی تیار کی ہوئی پاک جماعت دکھا سکتی ہے۔ اور دوسرے ابنائے زماں اس رشک پر چل ہی نہیں سکتے۔ اور اگر کوئی قایم چلیں تو دنیا کی آلائش واضحانہ رنگ میں اُس میں دیکھی جائیگی۔

حضرت حافظ صاحبؓ مجھسے مخلصانہ اور مشفقانہ محبت رکھتے تھے۔ اکثر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گذشتہ حالات سنایا کرتے تھے۔ اُسی ذیل میں یہ اپنا قصہ بھی آپ نے بیان فرمایا تھا جو اُن ہی کی زبان یعنی تکمیتین میں درج ذیل ہے:۔

حضرت (مسیح موعود علیہ السلام) صاحب جب سفر جالندھر کے لئے تشریف لے گئے تو مجھے حکم دیا کہ "حافظ! ہمارے مکان میں تم رہنا" اور ایک چونی (۴ر) مجھے خرچ کے لئے دے گئے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ "اگر کچھ قرض کسی سے لوگے تو میں آکر ادا کر دوں گا" میں کبھی ننگل (موضع متصل قادیان) میں جاکر روٹی کھا لیتا۔ اور کبھی درختوں کے پتے کھاکر دن گذار دیتا۔ ایک روز ہوشیارپور سے ایک مہمان آگیا میں نے اس کو کہیں سے لاکر روٹی کھلائی صبح کے وقت اپنے ہمسایہ کے گھروں سے آٹا مانگ کر اور ایک گھر میں سے روٹی پکوا کر اسکو کھلائی۔ اور اسیطرح شام کو بھی اُس کو کھانا کھلایا۔ تیسرے روز بھی وہ نہیں گیا۔ حالانکہ حضرت صاحب یہاں نہ تھے میں اس کو ساتھ لے کر بوٹر (موضع قریب قادیان) میں گیا اور اُس کو ایک دوکان پر بٹھلا کر گھروں میں سے دانے (غلہ) مانگے۔ جب ایک سیر کے قریب دانے ہو گئے تو کسی کے گھر میں جاکر چکی سے اُسے پیسا۔ اور آٹا لے کر اُس کے ساتھ قادیان آیا۔ اور روٹی پکوا کر اسکو کھلائی۔ چوتھے روز وہ خود چلا گیا۔

میں نے اس پر حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے گدا گری کیوں کی؟ تو فرمایا میں نے اپنے واسطے کبھی نہیں کیا۔ لیکن مہمان کو تو روٹی کھلانی ضرور تھی"۔

میں اس واقعہ کو دنیا کے سامنے پیش کر کے عقل و خرد والے اہل اور دین و دیانت والے غیر احمدی احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ حافظ صاحبؓ نے یہ قربانی کر کے دنیا پر کھول دیا کہ آپ صحابہ کے رنگ میں قربانی کر کے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گئے ہیں۔ اور جس صحابی نے ایسا نقشہ دکھا کر خدا کو ہنسایا تھا۔ یہ اُسی طرح خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مہمان کی تواضع میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ وہ خود روانہ ہو گیا۔ مسیح موعود کا یہ فرمان بالکل سچ ثابت ہوا کہ

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا ؎ وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی

آج کسی صحابی کی قبر کو دیکھ کر بے وجد میں آجاتے ہیں۔ مگر نہیں دیکھتے کہ صحابہ کا ایک جمِ غفیر اسوقت زمین پر چل رہا ہے

۲۶ مئی ۱۹۳۴ء کو

الحکم کا خاص نمبر

شائع ہوگا

۲۶ مئی

کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابیوں کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں ۲۶ مئی کو الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ اس کی

۵ ہزار کاپیوں کی اشاعت کا انتظام

قبل از وقت ہو جائے اس کے لئے میں صرف

پچاس مُحبانِ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتا ہوں

کہ وہ ایک ایک سو کاپی لیکر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے پورے چالیس صفحے پر شائع ہوگا۔ اس میں اول سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت، سیرت اور کارناموں کا ذکر ہوگا۔ سو کاپی کے خریدار کو ساڑھے بارہ روپے فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا اور ایک کاپی کی قیمت چار آنہ ہوگی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دینگے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہوسکے۔

اگر ۵ ہزار کاپی پوری نہ ہوسکی۔ تو میں

نہایت افسوس کے ساتھ اس کی اشاعت کو ملتوی کردوں گا۔ اسلئے ۱۵ اپریل کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جاوے

میں کامل سرزنا چاہتا ہوں، بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار

عرفانی

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ

یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی صورت میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ مشاہدات کے لئے کھولا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا کہ قعر مذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ اسکا جواب ملیگا ہر مقام اور شہر جہاں مصنف گیا ہے عمومی نظر سے نہیں۔ بلکہ شوق اور اصور ... مشاہدات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے قیمت جلد اول ۱۲ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ

مینیجر اخبار الحکم قادیان

حضرت مسیحؑ کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامتہ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

(اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہیگا جب تک مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جائے)۔ اس جلد کے تیسرے نمبر میں چوہدری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔ اور چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام مکتوبات ہیں۔

اس سلسلہ کی ہر نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار پہنچ جائیگی تو قیمت نصف کر دیجائیگی۔ تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ احباب جلد منگوائیں۔

ملنے کا پتہ

مینیجر اخبار الحکم قادیان

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہو۔ اور مجھے ہر گونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کرینگے۔ اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں۔ تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جاسے۔ اگر وہ خریدار نہ ہو چاہیں تو واپسی ڈاک اطلاع دیں۔ الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے۔

میں جذبات آمیز الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کے احیاء اور بقا کی تحریک میں حصہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے

عرفانی

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان ... باہتمام شیخ محمد احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر ... الحکم ...)